ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

31

www.tanzeem.org

2 تا 8 ذوالقعدہ 1436ھ / 18 تا 24 اگست 2015ء

اس شمارے میں

ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ

انذارِ آخرت اور اثباتِ توحید

غیرت کا بانکپن

یہ کیسا جشنِ آزادی؟

رحماء بینھم ......دعوتِ فکر

افغانستان: ملا عمر کے بعد

مردِ درویش، مردِ قلندر

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اگر اب بھی نہ جاگے تو......

''آج مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو سو فیصد ''تہجد گزار'' بنا دیں، سب کو متقی و پرہیز گار بنا دیں، لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک ڈوب رہا ہے، اُس میں بداخلاقی، وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، سچے مسلمانوں سے نفرت عام کی جا رہی ہے، تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد ''پانچ وقتوں کی نمازوں'' کا پڑھنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اگر آپ نے دینداروں کے لئے اس ماحول میں سے کوئی جگہ نہ بنائی، اور ان کو ملک کا بے لوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا، جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے، تو یاد رکھئے کہ ''عبادات و نوافل'' اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے، وہ وقت بھی آ سکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہو جائے۔ اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کر اور ماحول سے کاٹ کر رکھا، زندگی کے حقائق سے اُن کی آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات'' ''نئے نئے قوانین'' اور عوام کے دل و دماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بے خبر رہے تو پھر قیادت تو الگ رہی جو خیر امۃ کا فرضِ منصبی ہے، اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہو جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کا مذہبی صحیفہ قرآن اور ان کے پیغمبر ﷺ کی تعلیم (جو خدا کا شکر ہے اپنے اندر بے پناہ طاقت رکھتی ہے) ان کو نہ صرف اس عام بگاڑ، اس سے پھیلی ہوئی آگ اور دولت کی اندھی پرستش کے اس بہتے ہوئے گندے پانی سے بچنے کی تلقین کرتی ہے، بلکہ ان پر اس کو روکنے اور اس سے لوگوں کو بچانے کی ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے۔ ان کو ان کے پیغمبر ﷺ نے صاف طریقہ پر سمجھا دیا ہے کہ اگر کشتی کے کسی بھی سوار کو ایسی حرکت سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی گئی، جس سے یہ کشتی خطرے میں پڑ جاتی ہے تو پھر کشتی کے ڈوبنے کی صورت میں کوئی سوار بھی بچ نہ سکے گا، کیونکہ یہ کشتی نیک و بد، قصوروار اور بے قصور، سوتے جاگتے سب کے ساتھ ڈوب جائے گی اور پھر کوئی نیکی اور کوئی دانائی کام نہ آئے گی۔''

سید ابوالحسن علی ندویؒ

الھدیٰ (671)

یتیم کا مال کھانے، وعدہ خلافی اور ناپ تول میں کمی سے بچو

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِیل — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — آیات: 34، 35

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾

آیت ۳۴ ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ ’’اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر احسن طریقے سے‘‘

یہ آیت قبل ازیں ہم سورۃ الانعام (آیت 152) میں بھی پڑھ چکے ہیں۔ یعنی یتیم کے مال کو ہڑپ کرنے‘ اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے یا اسے ضائع کرنے کی کوشش نہ کرو‘ بلکہ اس کی حفاظت کرو اور اسے ہر طرح سے سنبھال کر رکھو:

﴿حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ ’’یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے‘‘

﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾﴾ ’’اور عہد کو پورا کرو‘ یقیناً عہد کے بارے میں باز پرس ہوگی۔‘‘

آیت ۳۵ ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ﴾ ’’اور جب تم ناپو تو پیمانہ پورا بھرو‘ اور وزن کرو سیدھی ترازو کے ساتھ۔‘‘

﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾﴾ ’’یہی بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی خوب تر ہے۔‘‘

اگر تم ناپ تول پورا کرتے ہو اور لین دین کے تمام معاملات دیانتداری سے سر انجام دیتے ہو تو حضرت شعیب علیہ السلام کے فرمان کے مطابق: ﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴾ (ھود: 86) ’’اللہ کا دیا ہوا منافع ہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو‘‘۔ دیانتداری سے کمایا ہوا منافع تھوڑا بھی ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا کرے گا۔

فرمان نبویؐ

سات مہلک چیزوں سے بچو

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ: ((الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ))

(رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا: ’’سات مہلک چیزوں سے بچو۔‘‘ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا: ’’اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور جادو اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اس کا سوائے حق کے قتل کرنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جنگ کے دن پشت پھیر کر بھاگ جانا اور غافل، مومن، پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔‘‘

’’جو شخص وعدہ کا خیال نہیں کرتا اس کے دین کا کچھ اعتبار نہیں۔‘‘ (بیہقی)

مشکوٰۃ کی ایک طویل حدیث میں یتیموں کا مال ناحق کھانا اور ناپ تول میں خیانت کرنے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
2 تا 8 ذوالقعدہ 1436ھ — جلد 24
18 تا 24 اگست 2015ء — شمارہ 31
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾

اللہ رب العزت اپنی آخری کتاب قرآن حکیم کی سورۃ التین میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا اور پھر وہ ہو جاتا ہے نچلوں میں سب سے نچلا۔ اور سورۃ الاعراف میں فرمانِ الٰہی ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ انسان اپنے افعال بد کی وجہ سے حیوان کی مانند ہو جاتا ہے بلکہ حیوان سے بھی بدتر۔ اگر ہم انسان کے ماضی اور حال پر سرسری سی بھی نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ کیسی ناقابلِ تردید حقیقت ہے جو قرآنِ پاک نے بیان کی ہے۔ اللہ کے ہر پیغمبر نے لوگوں کو توحید کا پیغام دیا، شرک کو بدترین گناہ قرار دیا لیکن انسانوں کی اکثریت شرک کی مرتکب ہوتی رہی۔ اکثر معاشروں کو یہ علم تھا کہ ماضی میں اللہ نے اس گناہ عظیم کی پاداش میں بستیوں کی بستیاں تباہ و برباد کر دیں لیکن پھر بھی وہ شرک کا ارتکاب کرتے رہے۔ اگرچہ ماضی کا یہ شرک بعض ترامیم اور تبدیلیوں کے ساتھ کسی نہ کسی انداز میں اب بھی جاری ہے لیکن بہرحال محدود ہو گیا ہے لیکن حال کا حال یہ ہے کہ جدید دنیا نے شرک میں بھی جدت پیدا کر لی ہے۔ آج دنیا مادہ کی پرستش کر رہی ہے اگرچہ اُسے سجدہ نہیں کیا جاتا۔ اس حوالہ سے آج کی دنیا انکار کی دنیا ہے۔ مادہ کے حصول کے لیے سب کچھ کر گزرو، نہ حقوق اللہ کی پرواہ کرو اور نہ بندوں کے حقوق کو پاؤں تلے روندنے سے گریز کرو، پھر بھی اس بات سے انکار کرو کہ ہم مادہ پرست ہیں۔ ناپ تول میں ڈنڈی مارنے پر قوم شعیبؑ تباہ ہوئی۔ آج یہ جرم چھوٹے اور متوسط طبقہ کا جرم ہے، بڑے بڑے ایوانوں میں تو میزان ہی اپنی طرف الٹالی جاتی ہے۔ فحاشی اور بے حیائی بھی انسانی معاشرہ میں نیا مسئلہ نہیں ہے۔ حضرت لوطؑ کے دور میں جنسی بے راہروی تھی، بے حیائی نے نئی شکل اختیار کی اور انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ مرد شہوت رانی کے لیے مردوں کی طرف مائل ہوئے۔ اللہ نے اُن کی قوم پر آسمان سے پتھر برسائے۔ آج انسانی معاشرے فحاشی، عریانی اور بے حیائی کو آرٹ کا نام دے رہے ہیں۔ اگر ایک مرد اور عورت رضامندی سے زنا کے مرتکب ہوتے ہیں تو قانون اس کو جرم نہیں گردانتا۔ فحاشی اور بے حیائی کے اس کینسر نے پہلے مغرب کو اپنی لپیٹ میں لیا، آج یہ پوری انسانیت کے جسد میں پھیل چکا ہے۔

اچھائی ہو یا برائی، جس کا غلبہ ہوگا اُسے پھیلنے سے نہیں روکا جا سکتا۔ اس بے حیائی نے جب اپنی انتہا کی طرف سفر شروع کیا تو نتیجہ کیا نکلا۔ خود کو مہذب کہنے والی انتہائی جاہل دنیا نے ہم جنس پرستی کو قانونی جواز فراہم کر دیا۔ مغرب کا معاشرہ خاص طور پر اس حوالے سے مادر پدر آزاد معاشرہ ہے۔ وہاں اچھی خاصی اکثریت کا حال یہ ہے کہ باپ اپنی بیٹی کو اطلاع کرتا ہے کہ اُس کا بوائے فرینڈ آیا ہے اور ماں اپنی بیٹی کی حرام اولاد کی خوشی مناتی ہے۔ لہٰذا عریانی کا نظارہ اور بے حیائی کی تشہیر جب نوجوانوں کی جنسی خواہش کو مشتعل کرتی ہے تو انہیں جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے اُس مادر پدر آزاد معاشرہ میں کسی خاص دِقت کا سامنا نہیں

ہوتا۔ پھر بھی چھوٹی چھوٹی بچیوں سے ظلم کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے۔ مرد کو عورت اور عورت کو مرد دستیاب ہے، پھر بھی ہم جنس پرستی عام ہے۔ پاکستان جیسے مشرقی اور مسلمان ملک کا معاملہ کچھ مختلف ہے۔ یہاں اخبارات اور جرائد میں فحش تصاویر کی بھرمار ہے۔ الیکٹرانک میڈیا فحاشہ کی تشہیر کے حوالہ سے تمام حدود کراس کر چکا ہے۔ فلمیں اور تھیٹر کے ڈرامے نوجوانوں کی جنسی خواہشات میں تہلکہ مچا رہے ہیں۔ تاہم یہاں کا معاشرہ ناجائز جنسی خواہش کی تکمیل کے لیے مغربی معاشرہ کی طرح کھلی سہولتیں فراہم نہیں کرتا۔ معاشرہ میں ابھی کچھ مشرقی، کچھ اسلامی رکھ رکھاؤ باقی ہے لہٰذا جنسی خواہش کی ناجائز تکمیل اتنی آسان نہیں تو پھر وہی کچھ ہوتا ہے جو قصور کے گاؤں حسین خان والا میں ہوا ہے۔ سانحہ قصور کے مرتکبین انسانیت کے دشمن ہیں۔ انہیں یقیناً عبرت ناک سزا ہونی چاہیے اور سرِ بازار ہونی چاہیے۔ اگر قانون انہیں سنگسار کرنے کی اجازت دے تو انہیں سنگسار کیا جانا چاہیے وگرنہ انہیں لازماً چوکوں میں پھانسی پر لٹکانا چاہیے۔ لیکن اس بات پر بھی ضرور غور کر لینا چاہیے کہ آیا قصور کے صرف یہ عاقبت نااندیش ہی قصوروار ہیں۔ ہماری رائے میں ہرگز نہیں وہ تو اس گلے سڑے معاشرے کا عکس ہیں جس کی سڑاند سے انسانیت کا دم گھٹ رہا ہے۔ اس شرمناک واردات میں جنسی زیادتی کے ساتھ دولت کی ہوس بھی آشکار ہے۔ معاشرہ آئینہ میں اپنا بدنما اصل چہرہ دیکھ کر چیخ و پکار کر رہا ہے۔ لطیفہ یہ ہے اور آیئے اس لطیفہ کو سن کر روئیں اور سر پیٹیں کہ وہ میڈیا اس سانحہ پر چیخ و پکار کر رہا ہے جو انسانوں کی جنسی خواہشات کو آگ کی ایسی آنچ سے تپش دے رہا ہے کہ روح جل کر خاک ہو جائے اور جسم بے قابو، بے مہار سانڈ کا روپ دھار لے۔ وہ حکومت ملزموں کو عبرتناک سزائیں دینے کا اعلان کر رہی اور خود کو بڑا متحرک ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو کسی ایسے فرد، گروہ، یا جماعت سے ملاقات کرنے کو تیار نہیں اور اُن کی بات سننے کی روادار نہیں جو فحاشی، عریانی اور بے حیائی کے خلاف تحریک چلاتے ہیں، اپنے تمام وسائل اس میں جھونک دیتے ہیں، بازاروں اور چوکوں میں کھڑے ہو کر فحاشی اور جنسی بے راہروی کے بُرے نتائج سے عوام کو آگاہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور مساجد سے نکلنے والے لوگوں سے اپنی اس مہم کے حق میں تائیدی دستخط حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حکومت ایسے ''سرپھروں'' کو گھاس ڈالنے کے لیے تیار نہیں البتہ ہر سانحہ پر، ہر واردات پر کچھ افسر ادھر سے اُدھر کر دیئے جاتے ہیں اور پہلے سے تیار شدہ اخباری بیان ''مجرم سزا سے نہیں بچ سکیں گے'' پریس سیکرٹری اخبارات کو بھیج دیتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ عوام، اِلا ماشاءاللہ، بھی معصوم اور دودھ کے دھلے ہوئے نہیں ہیں۔ وہ سانحہ قصور جیسے واقعات پر مجرموں کو گالیوں اور بُرے القابات سے نوازتے ضرور ہیں لیکن اُن پر بھی زمین جنبد نہ جنبد گل محمد کی ضرب المثل صادق آتی ہے۔ ہر کوئی یہ چاہتا ہے دوسرا تبدیل ہو جائے۔ پھر یہ کہ اگر اللہ نے اُسے ایسی برائیوں سے محفوظ رکھا ہے تو دوسروں کو تبدیل کرنے کے لیے وہ کسی صورت میدان میں آنے کو تیار نہیں۔ سننے کو یہی ملے گا، میری تو کچھ مجبوری ہے البتہ یہ کرنے کا کام ہے۔ علماء کرام کا معاملہ یہ ہے کہ سیاسی مذہبی رہنماؤں کو جمہوریت کے استحکام کے کام سے ہی فرصت نہیں کہ وہ کسی دوسری بات کا سوچیں، عمل تو بعد کی بات ہے جبکہ مساجد کے خطیب، دینی مدارس کے اساتذہ اور حجروں میں مقیم دوسرے علماء باہر کی دنیا سے لاتعلق اپنی دنیا میں مگن ہیں۔ پہاڑوں کو لرزا دینے والے سانحہ قصور جیسے واقعات پر بھی اُن کے ماتھے پر بل نہیں پڑتے۔ اُن کے چہرے کا رنگ نہیں بدلتا۔ قال اللہ اور قال قال رسول اللہ کی گردان یقیناً کرنے کا کام ہے۔ مذہبی علوم کا حصول یقیناً معاشرے پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں یا چند لاکھ طلبہ کو آپ نیک راہ دکھاتے ہیں، اُن پر صراطِ مستقیم واضح کرتے ہیں تو باقی پونے بیس کروڑ عوام کو گناہوں اور برائیوں کے جوہڑ میں غرق ہونے کے لیے لاوارث چھوڑ دیا ہے جنہیں دجالی تہذیب میڈیا اور دوسرے ذرائع سے کس طرف کھینچ رہی ہے اور آپ کے یہ چند لاکھ طلبہ جب عملی زندگی کا آغاز کریں گے تو اُن میں کتنے خود کو اس بے حیا تہذیب کے اثرات سے محفوظ رکھ سکیں گے۔ اس بات کو اس مثال سے سمجھنا ہو گا کہ چند لوگ چھوٹے چھوٹے برتن لے کر کسی گندے جوہڑ کا پانی نکال رہے ہیں لیکن بڑے بڑے موگوں سے گندہ اور غلیظ پانی اس جوہڑ میں سیلاب کی مانند داخل ہو رہا ہے تو جوہڑ کی صفائی کیسے ممکن ہو گی اگر یہ لوگ لنگوٹے کس کر اُن موگوں کو بند نہیں کرتے۔ لہٰذا علماء کرام کا خود کو حجروں میں بند کر لینا اپنی دینی ذمہ داری کی ادائی سے واضح گریز ہے جس کی جوابدہی اُنہیں کرنا ہو گی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سانحہ قصور کے ظاہری مجرم تو وہی ہیں جو اس گھناؤنے فعل کا چھ سال سے ارتکاب کر رہے تھے اور علاقے کی ''بھولی بھالی پولیس اور انتظامیہ'' کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی لیکن ہر ہر پاکستانی کسی نہ کسی سطح پر ان مجرموں کا معاون اور مددگار تھا اور ہے، سوائے اُن کے جو اپنی حیثیت اور وسائل کے مطابق فحاشی اور بے حیائی کے خلاف عملی طور پر جہاد کر رہے ہیں۔ منکر کے خلاف جہاد کیے بغیر پاکستان کا معاشرہ صالح معاشرہ نہیں بن سکے گا اور سانحہ قصور جیسے سانحات رونما ہوتے رہیں گے۔ اللہ ہم سب کو منکرات کے خلاف قولی اور عملی جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العٰلمین!

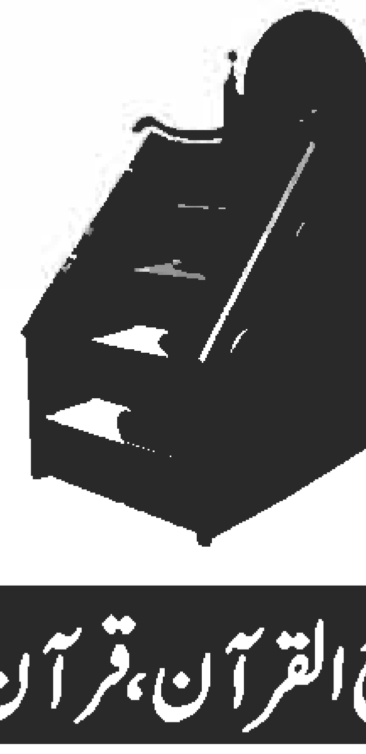

انذارِ آخرت اور اثباتِ توحید

(سورۃ الملک کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 07 اگست 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مطالعہ قرآن حکیم کے ضمن میں سورۃ الملک ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ یہ مکی سورت ہے اور اس کا مرکزی موضوع انذارِ آخرت اور اثباتِ توحید ہے۔ احادیث میں اس سورۃ کے بہت فضائل بیان ہوئے ہیں۔ جامع ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورت کو ہر قسم کے عذاب سے اور خاص طور پر قبر کے عذاب سے نجات دہندہ قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ کا معمول تھا کہ آپؐ رات کو سونے سے قبل سورۃ الملک کی تلاوت اہتمام سے فرمایا کرتے تھے۔

اس سورت کی ابتدائی 11 آیات کا گزشتہ جمعہ ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ان پر ایک نظر ڈالتے ہیں...... اس سورت کا آغازِ کلام بہت شاندار ہے اور پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، قدرت اور نظامِ کائنات پر موجود اس کے مکمل اختیار و اقتدار کا ذکر ہے۔ دوسری آیت میں انسان کی تخلیق اور سلسلہ موت و حیات کا مقصد بیان ہوا ہے کہ ان سب سے مقصود انسان کی آزمائش اور امتحان ہے۔ اس امتحان میں کامیابی ہمارے لیے ازحد ضروری ہے اس لیے کہ موت پر انسانی زندگی کا مکمل خاتمہ نہیں ہوتا' بلکہ مرنے کے بعد وہ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں چلا جائے گا۔ موت کے ساتھ اس دنیا سے اُس کا تعلق منقطع ہو جائے گا اور وہ عالمِ برزخ میں وقوعِ قیامت تک رہے گا۔ عالمِ برزخ کو نیند سے تشبیہ دی گئی ہے' جبکہ اس کی اصل حقیقت تو تب معلوم ہوگی جب ہم میں سے ہر شخص اُس سے گزرے گا۔ عالمِ برزخ کے بعد قیامت کے دن تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا جہاں بنی نوع انسان کا حساب کتاب ہوگا اور پھر ہر ایک کی کامیابی اور ناکامی کا اعلان کیا جائے گا۔ یہ کامیابی اور ناکامی ہمیشہ ہمیش کے لیے ہے اور قیامت کے بعد کی زندگی تاابد ہے اور اس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔

یہ موضوع بہت اہم ہے' اسی لیے قرآن مجید میں اس کو جابجا بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت' سورۃ الفاتحہ کا اصل حاصل بھی یہی ہے۔ سورۃ الفاتحہ ترتیبِ مصحف میں بھی سب سے پہلی سورت ہے اور آنحضور ﷺ پر نازل ہونے والی پہلی مکمل سورت بھی سورۃ الفاتحہ ہی ہے۔ اس میں ہم سب سے پہلے اپنے رب کا اقرار کرتے ہیں اس لیے کہ ہماری فطرت ''عہدِ الست'' کے ذریعے اس کو پہچانتی ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١) الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (٢)﴾۔ اس

مرتب: حافظ محمد زاهد

کے ساتھ ہم یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ کامیابی اور ناکامی کے فیصلے کا دن آنے والا ہے اور اس دن کا مالک و مختار بھی اللہ ہوگا: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (٣)﴾۔ اس اقرار کے ساتھ ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (٤)﴾۔ اس کے بعد ہماری دعا ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ......﴾ یعنی اے ہمارے رب! سیدھے راستے کی طرف ہماری رہنمائی کر اور ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر چلا جنہیں تو کامیاب قرار دے کر اپنی نعمتوں سے نوازتا رہا ہے اور ان لوگوں کے راستے سے ہمیں محفوظ رکھ جو گمراہی میں پڑے رہے اور اپنی بداعمالیوں کے سبب تیرے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

قرآن کی پہلی سورت ہی بتا رہی ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جزا و سزا کا ایک دن معین ہے جس میں انسان کی ابدی کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ ہو گا۔ وہاں کی ناکامی سے بچنے اور کامیابی تک پہنچنے کے لیے ہمیں رہنمائی چاہیے اور یہ رہنمائی قرآن مجید میں جابجا ملتی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اس ناکامی سے بچنے کے لیے بھرپور جدوجہد کریں، اس لیے کہ آخرت کی ناکامی بہت بڑا خسارہ ہے اور وہ ابدی جہنم ہے۔ یہ ہے اصل پیغام جس کو انسان دنیا میں رہ کر بھول جاتا ہے اور یہاں کی ناکامی سے بچنے اور کامیابی کو حاصل کرنے کے چکر میں ہی لگا رہتا ہے۔ دنیا اور دنیا کی رنگینیوں کی دلدل میں اس قدر دھنس جاتا ہے کہ اللہ کے رسولوں اور پیغمبروں کی بات سننے کے بھی آمادہ نہیں ہوتا۔

زیر مطالعہ سورت کی آیت 6 تا 11 میں ایسے ہی لوگوں کا تذکرہ ہے جو انبیاء و رسل کی باتوں پر کان نہیں دھرتے تھے۔ ان کے بارے میں کہا گیا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ہوگا۔ اللہ کے رسول کی بات کو نہ ماننا دراصل آخرت کو نہ ماننے کا بہانہ ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول کی بات مانیں گے تو دنیا کی عیاشی اور حرام خوری سے رکنا پڑے گا' اپنے آپ کو حلال کا پابند کرنا پڑے گا اور اس سے ان کی چودھراہٹ کو نقصان ہوگا۔ سرداران قوم کا سب سے بڑا مسئلہ چودھراہٹ کا تھا، جسے بچانے کے لیے وہ اپنے عوام کو گمراہ کرتے تھے۔ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا برملا اعتراف کریں گے، لیکن اس وقت ان کا یہ اعتراف ان کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ ان کے مقابلے میں عقل سے کام لینے والوں اور

صاحب بصیرت لوگوں کا بیان اگلی آیات میں ہے۔ فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ﴾

''بے شک وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں غیب میں رہتے ہوئے''

دنیا میں ہمیں غیب میں رکھا گیا ہے' بایں طور کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے ظاہر نہیں ہے' لیکن اس کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف بکھری ہوئی ہیں' بلکہ یہ ہمارے اندر بھی موجود ہیں تو جو صاحب بصیرت ہیں وہ ان نشانیوں کو دیکھ کر اسی کو حق سمجھتے ہیں اور پھر اسی کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔

اللہ ہمارے روبرو موجود نہیں ہے' لیکن اللہ کا کلام تو موجود ہے۔ لہٰذا اس کو توجہ سے پڑھو تو یہ دل گواہی دے گا کہ یہ اسی رب کا کلام ہے جو کل کائنات کا خالق و مالک ہے۔ چنانچہ غیب میں رہتے ہوئے اللہ کو پہچاننا اور اس کو رب مان کر اس کی بندگی میں زندگی گزارنا' یہ ہے اصل امتحان۔ اب جنہوں نے اس انداز سے زندگی گزاری تو ان کے لیے بہت بڑا انعام ہے:

﴿لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ کَبِیْرٌ (12)﴾

''ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور بہت بڑا اجر بھی۔''

یہ مغفرت کا ذکر اس لیے آتا ہے کہ ہر انسان سے چھوٹی بڑی خطا ہو جاتی ہے۔ اب اگر یہ تصور ہو کہ ہر غلطی پر اللہ تعالیٰ لازماً سزا دے گا اور اس غلطی کے ازالے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو پھر اصلاح کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور انسان گناہوں میں بے باک ہو جاتا ہے۔ اسلام میں ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔ ہمارا رب تو بہت بخشنے والا ہے۔ کوہ ہمالیہ جتنے گناہ بھی ہوں' اگر سچی توبہ کرو گے تو وہ معاف کر دے گا اور اس سے بڑھ کر اجر عظیم بھی عطا کرے گا۔

کسی شخص کو یہ گمان ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے ہمارے اعمال کا ریکارڈ رکھے گا اور پھر کیسے ایک ایک عمل کا حساب لے گا۔ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَکُمْ اَوِ اجْھَرُوْا بِہٖ ط اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (13)﴾

''اور (دیکھو!) چاہے تم اپنی بات کو چھپا کر بیان کرو یا بلند آواز سے بیان کرو (وہ اس کو جانتا ہے)۔ وہ تو اس سے بھی واقف ہے جو تمہارے سینوں کے اندر پنہاں ہے۔''

یعنی اللہ کو اپنی طرح کا سمیع و بصیر نہ سمجھو کہ آواز بلند ہو گی تو ہمیں سنائی دے گی ورنہ نہیں سنائی دے گی' اسی طرح ہم ایک حد تک دیکھ سکتے ہیں' اس سے آگے دیکھنے کی ہمارے اندر صلاحیت نہیں ہے۔ اللہ کی سماعت و بصارت کا تو ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تو علیٰ کل شیء قدیر ہے اور وہ دل کے اندر مخفی رازوں سے بھی واقف ہے۔ ہماری اُمنگیں' ہماری آرزوئیں' ہماری نیتیں' ہمارے عزائم اور ہماری پلاننگ' سب اس کے علم میں ہے۔ وہ ہمیں ہم سے زیادہ جاننے والا ہے اس لیے کہ وہ ہمارا خالق بھی ہے اور مالک بھی:

﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (۱۴)﴾

''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ اور وہ بہت باریک بین ہے' ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔''

والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ جس شخص نے گھڑی ایجاد کی ہے وہ اس گھڑی کے ایک ایک پرزے سے خوب اچھی طرح واقف ہے۔ چنانچہ جس رب نے انسان کو پیدا کیا ہے تو وہ انسان کو انسان سے زیادہ جانتا ہے۔

﴿ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ ط وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ (۱۵)﴾

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنا دیا ہے زمین کو پست تو تم چلو پھرو اس کے کندھوں کے مابین اور اُس کے (دیے ہوئے) رزق سے کھاؤ پیو اور (یاد رکھو کہ تم نے) اسی کی طرف زندہ ہو کر جانا ہے۔''

پریس ریلیز 11 اگست 2015ء

سانحہ قصور نے ساری قوم کا سر شرم سے جھکا دیا ہے

ہمارا معاشرہ اس قدر گل سڑ گیا ہے کہ اس کی سڑاند سے انسانیت کا دم گھٹ رہا ہے

قرآن اور حدیث میں بے حیائی اور فحاشی سے بچنے کو ایمان کا تقاضا قرار دیا گیا ہے

حافظ عاکف سعید

سانحہ قصور نے ساری قوم کا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ ہماری معاشرت بری طرح تباہ ہو چکا ہے۔ اخلاقی زوال بدترین سطح پر پہنچ چکا ہے لیکن قومی سطح پر اس نکتہ پر غور کرنے کو کوئی تیار نہیں کیوں کہ ہمارا معاشرہ اس قدر گل سڑ گیا ہے کہ اس کی سڑاند سے انسانیت کا دم گھٹ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجرموں کو یقیناً عبرت ناک سزا دی جانی چاہیے لیکن جب تک روشن خیالی کی آڑ میں فحاشی' بے حیائی اور عریانی کا سلسلہ بند نہیں ہو گا بلکہ اس کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا۔ ایسے سانحات پیش آتے رہیں گے اور ہم محض مذمتی بیان دے کر خود کو مطمئن کرتے رہیں گے لیکن اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ایسی ہی بے حیائی پر قوم لوط پر آسمان سے پتھر برسائے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ ساری قوم خصوصاً حکمران بے حس ہو چکے ہیں اور معاشرے کی اصلاح اور ایک صالح معاشرہ کی تشکیل سرے سے ہمارے ایجنڈے کا حصہ ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ قرآن اور حدیث میں بے حیائی اور فحاشی کو شیطانی عمل قرار دے دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کو ایمان کا تقاضا قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہاں صالح اور نیک معاشرے کی تشکیل کے لیے واضح ہدایات ملتی ہیں اے کاش ہم اس کی طرف رجوع کریں۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی)

ذلول کہتے ہیں سدھائی ہوئی فرماں بردار اونٹنی کو یعنی ایسی اونٹنی کہ جس سے آپ جو چاہے کام لیں۔ اسی طرح یہ زمین بھی ایک بچھونے کی طرح اللہ نے بچھا دی ہے جو ہر طرح سے ہمارے تابع ہے۔

زمین کے حوالے سے پہلے تصور یہ تھا کہ یہ ہموار اور بالکل ساکن ہے۔ بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ زمین گول اور متحرک ہے۔ قرآن نے تو چودہ سو سال پہلے اس کے اشارے دے دیے تھے کہ ہر شے آسمان میں گھوم رہی ہے اور گھومنے کے انداز بھی نرالے ہیں۔ ایک اس کی اپنے مرکز کے گرد محوری گردش ہے اور ایک وہ سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ یہ زمین نظام شمسی کا حصہ ہے اور وہ پورا نظام شمسی کسی گلیکسی کے اندر چکر لگا رہا ہے۔ پھر وہ گلیکسی کسی اور بڑی گلیکسی کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اتنی قسم کی مومنٹس بیک وقت ہو رہی ہیں، لیکن پھر بھی یہ زمین انسان کے لیے کتنی پُرسکون اور کتنی ساکن ہے کہ جب چاہو اس میں ہل چلالو، جو چاہو اس میں اُگالو۔ جیسے چاہو مکان کھڑا کرلو اور جیسے چاہو راستے بنالو۔ زمین کو اتنا سازگار تمہارے رب نے کیا ہے' لہٰذا اس کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارو اور یہ بھی یاد رکھو کہ جس نے اس زمین کو تمہارے لیے اتنا پُرسکون بنایا ہے وہ اس زمین میں بھونچال اور زلزلہ بھی لاسکتا ہے:

﴿ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوۡرُ ﴿۱۶﴾ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ کَیۡفَ نَذِیۡرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدۡ کَذَّبَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَکَیۡفَ کَانَ نَکِیۡرِ ﴿۱۸﴾﴾

"کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔ اور وہ یکایک لرزنے لگے۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا خبردار کرنا کیسا تھا! اور یقیناً ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا تھا' تو کیسا ہوا (ان پر) میرا عذاب؟"

تمہیں معلوم نہیں ہے کہ کتنی تہذیبیں اور کتنی قومیں اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کے سبب زلزلوں کے نتیجے میں اس زمین میں دھنسا دی گئیں۔ آج انسان نے سائنسی ترقی کے نتیجے میں بعض قوانین فطرت پر کنٹرول کر لیا ہے' لیکن اس کے باوجود سونامی بھی آتے ہیں، زلزلے بھی آتے ہیں اور سیلاب بھی آتے ہیں اور وہ ان کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اقوام سابقہ کو جس ہستی نے زلزلوں اور سیلابوں کے عذاب میں مبتلا کیا' وہ ہستی آج بھی ہے' بس فرق اتنا ہے کہ تم لوگ اس سے بے خوف ہوتے جا رہے ہو۔ تو ڈرو اس وقت سے جب وہ تمہیں بھی اسی زمین میں دھنسا دے۔

اگلی آیات میں اللہ رب العزت کی قدرتوں میں سے پرندوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ ؕ مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ ﴿۱۹﴾﴾

"کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں پرندوں کو اپنے اوپر (اڑتے ہوئے) کبھی پروں کو پھیلائے ہوئے اور کبھی سمیٹے ہوئے؟ نہیں روکے ہوئے انہیں کوئی (فضا میں) مگر رحمٰن! یقیناً وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے!"

اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک پرندوں کا اڑنا بھی ہے۔ ہر پرندے کی اُڑان مختلف ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خلاقی اور اس کی صناعی کے نمونے ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کو پہچاننا آسان ہو جاتا ہے۔

اگلی آیات میں کافروں کی ایک غلط فہمی کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّکُمۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ ؕ اِنِ الۡکٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِیۡ غُرُوۡرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُکُمۡ اِنۡ اَمۡسَکَ رِزۡقَهٗ ۚ بَلۡ لَّجُّوۡا فِیۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ ﴿۲۱﴾﴾

"بھلا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کرے رحمٰن کے مقابلہ میں؟ (ایسا کوئی نہیں ہے) یہ کافر دھوکے میں مبتلا ہیں۔ پھر بھلا کون ہے وہ جو تمہیں رزق دے سکے اگر اللہ اپنے رزق کو روک لے؟ بلکہ یہ لوگ اپنی سرکشی اور حق سے گریز میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔"

اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر کوئی عذاب آجائے تو تمہیں اس عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی سمجھتا ہے کہ کوئی انہیں بچا لے گا تو وہ خود فریبی کا شکار ہے۔ اسی طرح اللہ کے علاوہ کوئی رازق بھی نہیں ہے۔ اگر اللہ بارش اور رزق کے دوسرے ذرائع کو روک لے تو پھر رزق کہاں سے آئے گا۔ اس حقیقت کو وہ بھی خوب جانتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی رازق نہیں ہے' لیکن وہ اپنی سرکشی پہ اڑے ہوئے ہیں اور آسمانی ہدایت سے نفرت اور بیزاری ان کی روح کے اندر رچ بس چکی ہے اور اس وجہ سے وہ اپنے انکار پر اڑ گئے ہیں۔

اگلی آیت فلسفہ وحکمت قرآن کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ فرمایا:

﴿اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۲﴾﴾

"تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل گھسٹ رہا ہے، زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ جو سیدھا ہو کر چل رہا ہے ایک سیدھے راستے پر؟"

قرآن نے دو قسم کے لوگوں کے بارے میں سوال کیا کہ ان میں سے کون زیادہ ہدایت یافتہ ہے' لیکن پھر اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا اس لیے کہ جواب اظہر من الشمس ہے۔ ہر شخص کہے گا کہ ان دو میں سے جو منہ کے بل گھسٹ رہا ہے وہ ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اسے تو دو قدم سے آگے کچھ نظر ہی نہیں آ رہا۔ اور جو سیدھا کھڑا صراط مستقیم پر چل رہا ہے' وہ ہدایت یافتہ ہے۔

اس تمثیل پر غور کیجیے۔ انسانوں کے اندر بے شمار لوگ ایسے ہیں جو حیوانوں کی سطح پر زندگی گزار دیتے ہیں اور انہیں شعور ہی نہیں ہوتا کہ میری زندگی کا مقصد کیا ہے! میں دنیا میں کیوں بھیجا گیا ہوں؟ میرا مقصد تخلیق کیا ہے؟ میری منزل کون سی ہے؟ مجھے اپنی منزل کے حصول کے لیے کیا کچھ کرنا ہے؟ اگر وہ ان تمام باتوں سے بے خبر ہے تو اس میں اور حیوان میں بالکل فرق نہیں ہے' بلکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق تو ایسے لوگ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

﴿لَهُمۡ قُلُوۡبٌ لَّا یَفۡقَهُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اَعۡیُنٌ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ بِهَا ۫ وَلَهُمۡ اٰذَانٌ لَّا یَسۡمَعُوۡنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾﴾ (الاعراف)

"ان کے دل تو ہیں لیکن ان سے غور نہیں کرتے' ان کی آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھتے نہیں' اور ان کے کان ہیں لیکن ان سے سنتے نہیں۔ یہ چوپایوں کی مانند ہیں' بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں۔"

ایسے لوگ جن کا سننا' دیکھنا اور سمجھنا حیوانوں کی سطح کا ہے، ان سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے اور نہ ہی وہ انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ انسان کہلانے کا مستحق صرف وہ ہے جو اپنے مقصد حیات کو پہچانے' اپنی منزل کو پہچانے اور پھر اپنی منزل کی طرف علیٰ وجہ البصیرۃ پیش قدمی کرے۔

ان شاء اللہ آئندہ جمعہ ہم اس سورت کا مطالعہ مکمل کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی ہدایت سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھانے اور ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

غیرت کا بانکپن

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

21ویں صدی کی آمد سے دو چار سال پہلے، یادش بخیر، بہت ہنگامہ، غلغلہ رہا۔ ترقی کی نئی معراج دنیا پر طلوع ہونے کی نوید تھی۔ تاہم اب جب شورش، ہنگاموں، فتنوں، فسادوں سے بھرے یہ خونچکاں 15 سال گزر رہے ہیں تو لگتا ہے کہ انسانی تاریخ کی سفاک ترین، حیا سے عاری، خونخوار دجالی صدی کا آغاز ہوا ہے۔ پچھلی صدی سے متعارف تمام اصطلاحوں، آزادی، حقوق انسانی، حقوق نسوانی، مساوات، آزادی رائے، مذہبی آزادی کی قلعی کھل کر سامنے آگئی ہے۔ ان تمام اصطلاحوں، نعروں میں یکساں استثناء اسلام اور مسلمان کا ہے۔ روہنگیا مسلم خواتین کا مقدر دیکھیے۔ اپنے ملک سے دربدری، سمندری لہروں کے تھپیڑے، بھوک، ننگ، افلاس، خانہ ویرانی کیا کم تھے۔ اب خبر یہ ہے کہ سمگلنگ کے ہاتھوں جنسِ بازار بنا دی گئیں۔ تاوان ادا کرو، (نام نہاد) شادی کرو یا فروخت ہو جاؤ۔ 21ویں صدی کی تہذیب کے ٹھیکے داروں اور ثناء خوانوں کے ہاں یہ جرم نہیں۔ حقوق نسواں کے ماتھے پر بل نہیں آتا۔ اسلام اور باحیا مسلم خواتین کے حجابی تشخص پر گرجنے برسنے والیاں منقار زیر پر ہیں۔ آزادی نسواں کا ماحصل رگ پٹھے دکھاتی عالمی کھیلوں میں دوڑ لگاتی، پیراکی کے لباس میں دل لبھاتی عورت ہے۔ برابری، مساوات، یکساں ترقی کے مواقع کے نام پر دفاتر میں رنگین معیت سے نوازتی عورت ہے۔ روتی، دھوتی اجڑی پجڑی بچے گود میں لیے اپنے اسلام کا تاوان ادا کرتی روہنگیا مسلم عورت میں عالمی ٹھیکے داروں کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔

ایک افغان عورت کی عصمت دری پر ملا عمر تڑپ کر اٹھے تھے۔ پھر اسی غیرت نے اس درویش کو تاجِ سرداری پہنا دیا۔ 1994ء میں ہونے والے اس واقعے سے 2001ء کی امارات اسلامیہ افغانستان کے سقوط تک اور آج 2015ء تک بہت سا پانی پلوں کے نیچے بہہ چکا۔ اس میں 49 ممالک کے فوجیوں کے خون کے آنسوؤں کا پانی بھی شامل ہے۔ شرمساریوں کے پسینے کا پانی بھی شامل ہے جو سائنس ٹیکنالوجی والوں کی پیشانیوں سے بہا کیا۔ کل 36 ہزار کے لگ بھگ طالبان یہ مقابلہ پوری دنیا، کوئی ہمنوا نہیں۔ برسرِ زمین ڈیڑھ لاکھ امریکی لاؤ لشکر۔ امریکی ٹیکنالوجی کے بھڑکتے تنوروں سے نکلتے گرما گرم تازہ بہ تازہ جنگی ہتھیاروں اسلحے بموں، ہمہ نوع جنگی سواریوں، طیاروں، بحری جہازوں سے لیس۔ آگے 3 لاکھ افغان فوج گوری سپاہ کے تحفظ کو موجود، پیچھے 7 لاکھ پاکستانی فوج کا حفاظتی پشتہ۔ ملا عمرؒ کی فتوحات کا راز کیا ہے؟ یقینِ محکم، عملِ پیہم والی مردانہ وار چلتی شمشیروں کے سوا بھی کچھ ہے؟ انہوں نے آغاز جنگ پر کہا تھا۔ میں دو وعدوں کے بیچ ہوں۔ اللہ نے مجھ سے مدد کا وعدہ کیا ہے جب کہ بش نے شکست اور ہلاکت کا۔ اور میں اللہ کے وعدے (کے بھروسے) پر مضبوطی سے قائم ہوں۔ اب ہم دیکھیں گے کہ کون سا وعدہ سچا ثابت ہوتا ہے۔ ومن اوفٰی بعھدہ من اللّٰہ! اور اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ وفا کرنے والا کون ہے! سو وعدہ پورا ہو کر رہا۔ (اور رہا امریکہ تو شیطان کے سارے وعدے جھوٹے ہیں۔ قرآن صفحہ بہ صفحہ اس پر گواہ ہے۔) برسرِزمین برپا جہاد نے اللہ کا وعدہ پا لیا اور ملا عمرؒ اللہ سے اپنا وعدہ پانے چل دیئے۔ انہوں نے اللہ سے یہ وعدہ کیا تھا۔ پورا افغانستان کٹ جائے اور ہم تباہ و برباد بھی ہو جائیں تو بھی شیخ اسامہ بن لادنؒ کو کسی کے حوالے نہیں کریں گے۔ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ کسی مسلمان کو کافر کے حوالے (فروخت) کردوں.... میں رات بھر روتا ہوں۔ مدینہ منورہ سے جو آدمی جہاد کے لیے آیا ہے میں اسے کفار کے حوالے کر دوں؟ مشرف نے 600 کو بیچنے کا فخریہ اعتراف کیا۔ وہ اللہ کے آگے روتے تھے، اس نے اُمت کو رُلایا۔ سو یہ بیع، یہ خرید و فروخت کا اللہ سے چکایا سودا) سورۃ التوبہ، سورۃ الصف) پورا کر کے امین تاجر گھر لوٹ گیا۔ اقبالؒ نے ہم سے کہا تھا۔ یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے! ہم گمانوں گمانوں میں 2015ء میں آن پہنچے۔ سرابوں کا پیچھا کرتے۔ اس حال میں صدر ممنون صاحب نے فرمایا: حکومت نے کشکول توڑنے کا وعدہ کیا تھا مگر کشکول اب ہماری مجبوری بن گیا ہے۔ سو پانچ پانچ لاکھ کے سوٹ پہن کر ہمارے بڑے ملک ملک پھرتے، ان کے فرمائشی پروگرام پورے کرتے اور بدلے میں ڈالروں بھرے کشکول لے کر لوٹتے ہیں۔ تاہم اس دولت کو آپ چند دن میں ڈھیلی پڑ جانے والی میٹرو میں تلاش نہ کیجیے گا۔ (عوامی فلاحی منصوبہ جات!) خراب برقی سیڑھیاں، خراب ہوتی بسیں، 10 ہزار کے ٹوکن عوام لے اڑے کا دھچکہ! عوام کی دسترس میں ایک مسکین ٹوکن ہی تو ہے۔ وزراء تو ریلوے، پٹڑیاں، انجن، پی آئی اے، ہوائی جہاز، سٹیل مل کھا کر لکڑ ہضم پتھر ہضم ہیں۔ عوام کے پاس تو کھانے کو روٹی تک نہیں۔ ٹوکن ہی سہی۔ حکمرانوں، امراء کی تو روز ایک خبر ہے۔ اور جو زیرِ زمین کلبلاتی ہیں ان کا حال نہ پوچھیے۔ ممبر فنانس اوگرا 3 ملین کے مقروض ہیں۔ اپنی مسکین بیٹی کی شادی یا بیٹے کو میٹرک کروانے کو قرضہ لیا ہو گا! جہاں اربوں لٹ رہے ہوں وہاں 30 لاکھ کی وقعت کیا ہے اس مہنگائی کے دور میں، اخبار والے تو بس یونہی خبر لے دوڑتے ہیں۔ اُدھر 30 ملین ایکڑ فٹ پانی سمندر میں گر کر اس سال پھر ضائع ہو گیا۔ گھر، آبادیاں، فصلیں، زرخیزی تباہ۔ حکمران ڈیم بنائیں یا پیسہ بنائیں؟ ظاہر ہے پیسہ بنانے سے فرصت ہو گی تو کوئی ڈیم فول ڈیم بنانے کا سوچے گا! ان سیلابوں کو کیش کرنا ممکن تھا ڈیموں، نہروں کی صورت۔ مگر ہمیں نوٹوں والے کیش سے فرصت ملے تو بات بنے۔ ہم نے دریاؤں کی سرزمین کو بنجر بنانے، بجلی، زراعت سے محروم کرنے کا کمال کر دکھایا! اُدھر اسلام آباد کے امریکی سفارت خانے کی نئی عمارت کے افتتاح پر سفیر صاحب چہکے: امن (ریمنڈ ڈیوس) اور دونوں ملکوں کے باہمی تعلقات کے فروغ (مالک/غلام) کے لیے کام کرتے رہیں گے۔ یہ وسیع و عریض قلعہ مزید کیا امن ڈھائے گا۔ مزید کتنی مسلم لاشیں تعلقات کے فروغ کو درکار ہوں گی؟

الامان والحفیظ! کوئی مائی کا لعل ان سے پاکستان کی جانب سے کہے کہ ہم باز آئے محبت سے اٹھالو پاندان اپنا!

پاکستان ہر آنے والے دن کے ساتھ اسلامی تشخص سے (امریکی رجالی ڈکٹیشن کے تحت) پیچھا چھڑا رہا ہے۔ ہر دن بظاہر چھوٹے مگر دور رس اثرات کے حامل اقدامات اسے اپنی شناخت سے بیگانہ کر رہے ہیں۔ زمین تنگ کی جارہی ہے۔ سپریم کورٹ کا 18ویں اور 21ویں ترمیم کے ضمن میں آنے والے فیصلے پر جسٹس فائز عیسیٰ نے اختلافی نوٹ لکھا ہے۔ دہشت گردوں کو مذہب کے نام پر چھانٹنے، الگ کرنے اور فوجی عدالتیں انہی کے لیے مختص کرنے پر تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ (لسانی، علاقائی، این آر او دہشت گردوں کے لیے فوجی عدالتیں نہیں ہیں!) اپنے فیصلے میں آئین کے نمایاں فیچرز گنواتے ہوئے جمہوریت، پارلیمانی نظام اور آزاد عدلیہ کا تذکرہ تو ہے تاہم اسلام کا اہم ترین عنصر موجود نہیں۔ (انصار عباسی، دی نیوز، 7 اگست) مدارس پر کریک ڈاؤن، مساجد کی آواز بند کرنے کے درپے حکومت۔ اندریں حالات فیصلے سے بھی اسلام (جو ملک، آئین کی بنیادی شناخت ہے) کا تذکرہ غائب ہو جانا باعث تشویش ہے۔ کیا پاکستان، مصر، بنگلہ دیش بنے گا اہل اسلام کے لیے؟ اگست کے مہینے (آزادی) میں یہ کوئی نیک شگون نہیں۔ قانون سب کو یکساں تحفظ دینے کا پابند ہے۔ لاپتہ شہریوں کی طویل فہرستیں داخل دفتر کرنے، حراستی مراکز پر عالمی میڈیا میں چھپنے والی تشویش انگیز خبروں سے چشم پوشی، اہل دین پر پولیس مقابلوں، ٹارگٹ کلنگ کے آزمائے جانے والے حربے۔ ایک طرف قانون آئین کی بالادستی کی بات کرنے والے حلقوں اور دوسری جانب دینی جماعتوں کے لیے یہ ایک گھمبیر چیلنج ہے۔ کیا ہم قدم بہ قدم پاکستان کو پولیس سٹیٹ بنانے چلے ہیں؟

جو تجھ سے چھین لے تیری غیرت کا بانکپن
ایسے ہر ایک حکم سے تو انحراف کر

☆☆☆☆

لمحۂ فکریہ

یہ کیسا جشن آزادی؟

فرید اللہ مروت

اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا، کامل اور عظیم الشان مذہب عطا فرمایا اور دین اسلام کی تعلیمات کے ذریعے ہماری ہر شعبہ زندگی میں رہنمائی فرمائی۔ ہمیں 24 گھنٹے قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کا حکم دیا۔ نبی کریم ﷺ کو ہمارا رہنما اور امام بنا دیا۔ اب اگر ہم کھانے پینے، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، ہنسنے رونے، پہننے اتارنے، نہانے دھونے، لینے دینے، سیکھنے سکھانے، کھانے کھلانے، احسان کرنے اور احسان لینے، جان دینے اور جان بچانے، مہمان بننے، میزبان بننے میں اللہ کے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیاری، نورانی اور خوشبودار سنتوں اور پاکیزہ طریقوں کو اپنائیں گے تو ہم بھی اللہ رب العزت کے ہاں محبوب اور پیارے بن جائیں گے۔

ہمارا پختہ ایمان اور یقین کامل ہے کہ نبی پاک ﷺ کے نقش قدم پر چلنے میں دونوں جہانوں کی عزتیں، عظمتیں، راحتیں، برکتیں، اور حقیقی و اصلی خوشیاں رکھی ہیں اور غیروں کے طریقوں پر چلنے میں دونوں جہانوں کی پریشانیاں، ذلتیں، رسوائیاں، اور نفرتیں رکھی ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے کس طرح کامل اتباع کی اور عشق رسول ﷺ کا عملی ثبوت پیش کیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیسے سارا نظام کائنات ان کے لیے مسخر کیا۔ درند، پرند، چرند، ہوائیں، دریا، سمندر، زمین، آگ سب کچھ ان کے تابع کیا۔ تاریخ اسلام میں عجیب و غریب سچے واقعات موجود ہیں۔ جنگل کے جانوروں نے ان کے لیے جنگل خالی کر دیا، شیروں نے راستہ دکھایا، دریاؤں پر ان کے گھوڑے دوڑے، زمین کا زلزلہ ان کے کوڑا مارنے سے رُکا، دریائے نیل کاغذ کی ایک پرچی سے رواں دواں ہوا۔ یہ سب کب ہوا، جب انہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا اور جو آزاد زندگی گزار رہے تھے اس سے توبہ کر لی۔

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مکہ مکرمہ اور بیت اللہ کی در و دیوار سے محبت ہو گئی۔ سب آپؐ کو صادق و امین کہہ کر پکارتے تھے۔ جب آپؐ نے اعلان نبوت کیا، میدانِ دعوت میں قدم رکھا تو دشمنیاں شروع ہو گئیں۔ اپنے پرائے ہو گئے۔ آپؐ نے جان، مال اور قرابت داریاں خطرہ میں ڈال دیں لیکن دین کی دعوت دینا ترک نہ کیا بلکہ بدستور جمے رہے، ڈٹے رہے۔ جن لوگوں کے لیے رحمتہ للعالمین ﷺ جنت میں جانے کے لئے تڑپتے تھے وہی لوگ آپؐ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ کئی قبیلوں نے مل کر آپؐ کے قتل کا ناپاک منصوبہ بھی بنایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اپنی حفظ و امان میں رکھا۔ آپؐ نے دعوت و تبلیغ کا عظیم الشان کام نہ چھوڑا۔ آپؐ کی تکالیف کا ہم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔ پھر آپؐ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ ہجرت کی۔ آزردہ دل سے بیت اللہ کو الوداع فرمایا۔ مشرکین نے مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ غزوۂ بدر، احد، خندق اور خیبر کے خطرناک معرکوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد و نصرت سے نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کو فتح مکہ نصیب فرمایا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپؐ اور صحابہ کرامؓ کو اتنی تکالیف اور مشقتوں کے بعد یہ موقع دیکھنا نصیب ہوا تو انہوں نے کون سا جشن منایا۔ پوری رات بیت اللہ سے بچھڑے ہوؤں نے بیت اللہ سے لپٹ کر دعائیں کیں، طواف کیے، نوافل ادا کیے۔ جشن آزادی میں جھنڈیاں لگانے کی بجائے آنسوؤں کی اتنی جھڑیاں برسائیں کہ مشرکین مکہ ان کی حالت دیکھ کر موم ہو گئے اور اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر یہ فتح مکہ کا دن دور صدیقی، دور فاروقی، دور عثمانی اور دور علوی میں کتنی بار آیا؟ ان حضرات نے کتنے جشن منائے؟

اس کے برعکس ہمارا حال کیا ہے۔ ہم ہر سال بڑے جوش و خروش سے آزادی کا جشن مناتے ہیں۔ گھروں کو جھنڈوں اور جھنڈیوں سے سجاتے ہیں۔ ہاں اگر جس مبارک مقصد کی خاطر ہمارے بزرگوں نے خون کی ندیوں میں تیر کر اور ماؤں بہنوں نے اپنی عزتیں لٹا کر یہ پیارا ملک حاصل کیا تھا اگر وہ مقصد حاصل ہو جاتا تو بھی کچھ بات تھی۔ لیکن یہاں تو معاملہ الٹ ہے۔ لہٰذا 14 اگست کے دن بجائے خوشیاں منانے کے روئیں، اللہ کے حضور ﷺ انفرادی اور اجتماعی توبہ کریں کہ یا اللہ! تو نے یہ ملک پاکستان کی نعمت عظمیٰ جس مقصد کے لئے دی تھی اور اس کے لئے ہمارے بزرگوں نے جو قربانیاں دیں، اس میں ہم نے کوتاہیاں کیں۔ ہمیں معاف فرما اور آئندہ ہمیں اپنے مقصد کی طرف لوٹنے یعنی ملک میں قرآن و سنت کا قانون نافذ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

دعائے صحت کی اپیل

☆ منفرد اسرہ بورے والا کے ملتزم رفیق سیف الرحمان رضا ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں شدید زخمی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

رحماء بینھم ......دعوتِ فکر

محمد سمیع

قرآن وحدیث سے استفادے کا ایک مؤثر طریقہ یہ ہے کہ ہم اس کے مندرجات کو اپنے اوپر وارد کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ان کے مخاطبین میں ہمارا مقام کیا ہے۔ قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے جس میں ان تمام کیٹگریز کے لوگوں کو بالواسطہ یا بلا واسطہ مخاطب کیا گیا ہے جن کا تذکرہ سورۃ البقرہ کے ابتدائی دو رکوع میں ہوا ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے۔ آیئے اس حوالے سے ان دو ذرائع سے چند مقامات کا انتخاب کرکے ہم اپنے مقام کے تعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم اس حدیث قدسی پر نظر ڈالتے ہیں جس کے راوی حضرت معاذ بن جبل ؓ ہیں جن کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوتا ہے۔

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میری محبت واجب ہوگئی ان لوگوں کے لیے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ سے باہم ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔'' (رواہ مالک)

سبحان اللہ! ان صفات کے حامل افراد کس مقام پر فائز ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت خود پر لازم کرلی ہے جس کا تصور ہی ہمارے لیے محال ہے۔

اب آیئے اس دوسری حدیث مبارکہ کی جانب جو سنن ابی داؤد سے اخذ کی گئی ہے۔

حضرت عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو نبی یا شہید تو نہیں لیکن قیامت کے دن بہت سے انبیاء اور شہداء ان کے خاص مقام قرب کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے۔'' صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں بتلا دیجئے کہ وہ کون سے بندے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے بغیر کسی رشتے اور قرابت کے اور کسی مالی لین دین کے صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر باہم محبت کی۔ پس قسم ہے اللہ کی، ان کے چہرے قیامت کے دن نورانی ہوں گے بلکہ سراسر نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ اور عام انسانوں کو جس وقت خوف و ہراس ہوگا، اس وقت وہ بے خوف اور مطمئن ہوں گے، اور جس وقت عام انسان مبتلائے غم ہوں گے اس وقت وہ بے غم ہوں گے۔'' اور اس موقع پر آپؐ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) ''معلوم ہونا چاہیے کہ جو اللہ کے دوست اور اس سے خاص تعلق رکھنے والے ہیں ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔''

اور پڑھیے اس حدیث مبارکہ کو اور رشک کیجیے اللہ کے ایسے بندوں پر جن کا مرتبہ یہ ہوگا کہ:

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: ''کہاں ہیں میرے وہ بندے جو میرے عظمت وجلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے؟ آج جبکہ میرے (عرش کے سائے کے) سوا کوئی سایہ نہیں ہے، میں اپنے ان بندوں کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔'' (صحیح مسلم)

وہ لوگ جو اقامت دین کی جدوجہد کے لیے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کسی اجتماعیت میں شامل ہیں اور جو مختلف نسلوں اور علاقوں سے تعلق رکھتے ہیں، جن کا آپس میں کوئی دنیوی رشتہ نہیں، وہ ان احادیث مبارکہ کو خود پر وارد کریں تو وہ اپنی قسمت پر رشک کریں گے کہ انہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کے ایسے بندوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے جن کا ذکر مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں ہوا ہے۔

لیکن ذرا ٹھہریں اور غور کریں کہ ع ''جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے!'' کے مصداق کیا انہیں ان ذمہ داریوں کا ادراک ہے جو اس مقام پر فائز ہونے کے نتیجے میں ان پر عائد ہوتی ہیں؟ اور کیا وہ اپنی ان ذمہ داریوں کو ادا کررہے ہیں؟ اس حوالے سے انہیں سورۃ الفتح کی آخری آیت کا مطالعہ کرنا چاہئے جس کا آغاز ان الفاظ مبارکہ سے ہوتا ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ...... (29)﴾ ''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر بہت بھاری اور آپس میں بہت رحم دل ہیں۔'' (رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ ہی اقامت دین کی جدوجہد کے لیے رول ماڈل ہیں)۔ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی کیفیت کا اندازہ کرنا ہو تو ہمیں سیرتِ رسول ﷺ اور سیرت صحابہؓ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا واقعتاً ہم اپنے رفقاء کے لیے اپنے اندر وہی جذبہ یعنی رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ کی کیفیت پاتے ہیں؟ اس کیفیت کو جانچنے کی ہلکی سے ہلکی کسوٹی کو مختصر ترین الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ کیا ہم میں ایک دوسرے کی خوشی اور غمی کے مواقع کو شیئر کرنے کا احساس موجود ہے؟ ہم اس کیفیت کو اس طرح جانچ سکتے ہیں کہ ہفت روزہ ''ندائے خلافت'' میں علیل ہونے والے اور دنیا سے رحلت کرنے والے رفقاء کی اطلاعات پڑھتے ہیں۔ کیا ہم بیمار رفقاء کی صحت یابی اور دنیا سے رحلت کرجانے والے رفقاء کی مغفرت کی صرف رسمی دعا پر ہی اکتفا کرتے ہیں یا ہمارے دل کی گہرائیوں سے پورے خلوص کے ساتھ ان کے لیے دعا نکلتی ہے۔ کیا ہم بیماروں کی عیادت اور رحلت کرجانے والوں کے ورثاء سے تعزیت کے لیے ان کے گھروں پر بنفس نفیس حاضری دیتے ہیں؟ کیا امراء تنظیم اپنے نقباء کو اور نقباء اپنے رفقاء کی توجہ ان اطلاعات کی طرف مبذول کراتے ہیں؟ اور بیماروں کی عیادت اور رحلت کرجانے والوں کے ورثاء سے تعزیت کے لیے ترغیب وتشویق اور مرحومین کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے ترغیب وتشویق سے کام لیتے ہیں اور خود بھی ایسا کرتے ہیں؟ ہم میں سے ہر رفیق اس کسوٹی پر اپنے آپ کو جانچ سکتا ہے۔ رفقاء کی تقاریب نکاح میں شرکت اور ان کے گھروں میں ولادت اور دیگر خوشی کے مواقع پر ان کو مبارک باد دیتے ہیں؟ ان کے معاشی اور معاشرتی مسائل سے آگہی حاصل کرکے ان کے حل کے لیے حتی الامکان کوشش کرتے ہیں؟ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں باہمی اخوت ومحبت میں اضافہ کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ہم اپنے آپ کو مندرجہ بالا احادیث مبارکہ میں جن بندوں کا ذکر آیا ہے، ان کے مقام پر فائز کرسکتے ہیں۔ اور ع گر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں!

اس ضمن میں نظم بالا پر بھی کچھ (باقی صفحہ 16 پر)

افغانستان: ملا عمر کے بعد

05 اگست 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی:
رضوان الرحمٰن رضی (معروف صحافی اور دانشور)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال: آپ ملا عمر کی سیاسی اور جہادی جدوجہد کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس کے لیے ہمیں تاریخ میں تھوڑا سا پیچھے جانا پڑے گا۔ سوویت یونین ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ اس کی رسائی گرم پانیوں تک ہو جائے۔ اسی لیے وہ کسی نہ کسی درجے میں افغانستان میں سیاسی اور عسکری مداخلت کرتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ سوویت یونین کی افواج دریائے آمو کو کراس کر کے افغانستان میں داخل ہو گئیں۔ اس وقت مختلف تنظیموں نے سوویت یونین کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف جہاد کیا۔ اس میں ملا عمر نے ایک عام سپاہی کے طور پر حصہ لیا، جس دوران ان کی ایک آنکھ پر زخم آیا۔ جونہی سوویت یونین کی شکست وریخت کا معاملہ ہوا اور وہ افغانستان سے نکل گیا، اس کے بعد ملا عمر نے اپنی توجہ تدریس کی طرف کر لی اور عسکری محاذ سے بالکل لاتعلق ہو گئے۔ پھر افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس کے باوجود ملا عمر نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ بعد میں جرائم اور وارداتیں شروع ہو گئیں۔ اس پر ملا عمر اپنے کچھ طلبہ کو لے کر اُٹھے اور افغانستان میں ایسا امن قائم کیا کہ آج تک یہ ایک معجزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ جنگجوؤں نے مختلف جگہوں پر اپنے نو گو ایریا بنا لیے تھے اور لوگ ان کے مظالم سے تنگ تھے۔ مظلوم لوگ ملا عمر کے ساتھ ملتے چلے گئے اور بہت جلد علاقے فتح ہونے شروع ہو گئے، حتیٰ کہ یہ کابل تک جا پہنچے۔ طالبان حکومت قائم ہونے کے بعد ملا عمر کی طرف سے جو احکامات جاری کیے گئے، ان پر جس طرح عمل درآمد ہوا وہ انتہائی حیران کن ہے۔ مثال کے طور پر جب اسلحہ جمع کرانے کا کہا گیا تو قبائل نے حکومت کے سامنے اسلحہ کے ڈھیر لگا دیے۔ افیون کی کاشت دنیا بھر میں افغانستان میں سب سے زیادہ تھی۔ یہ بہت ہی حیران کن بات ہے کہ ملا عمر کی ایک کال پر افیون کی کاشت پر پابندی لگ گئی۔ اسے خود مغرب اور اس کا میڈیا بھی تسلیم کرتا ہے۔ امن و امان کا معاملہ اس حد تک بہتر ہو گیا کہ دشمن نے بھی اسے تسلیم کیا۔ ان دنوں کابل میں سکھوں کا بہت بڑا کپڑے کا کاروبار تھا۔ نائن الیون کے بعد جب باقاعدہ طور پر طالبان کی حکومت ختم کی گئی تو سکھوں کی بہت سی تجارتی کمپنیوں کا یہ بیان سامنے آیا کہ صرف ملا عمر کا دور ایسا تھا کہ ہمارے مال کی نہ چوری ہوتی تھی، نہ ڈاکا پڑتا تھا، نہ ہمارے آنے جانے کا کوئی بھتہ وصول کیا جاتا تھا۔ یہ غیر مسلم سکھ تسلیم کر رہے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے بہت سے ایسے دانشور جو حقیقت میں سیکولر تھے اور اسلام کے نفاذ کے حوالے سے ملا عمر کی کوششوں پر ناقد تھے، جب انہوں نے کابل کا دورہ

مرتب: محمد خلیق

کیا، ان میں علامہ اقبال کے صاحب زادے ڈاکٹر جاوید اقبال کا نام سرفہرست ہے، تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ملا عمر نے جو نظام حکومت افغانستان میں قائم کیا ہے اگر وہ نظام ساری دنیا میں آ جائے تو یہ دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ سیکولر طبقہ بھی یہ ماننے پر مجبور ہوا۔ اس کے بعد نائن الیون کا جو معاملہ ہوا، وہ آپ کے سامنے ہے۔

سوال: ملا عمر کی تصویر کے حوالے سے کافی متضاد خبریں ہیں۔ آپ کے پاس اس حوالے سے کیا معلومات ہیں؟

رضوان الرحمن رضی: بنیادی طور پر یہ طالبان کی سٹریٹیجی تھی کہ انہوں نے ملا عمر کی اصلی تصویر میڈیا تک پہنچنے نہیں دی، اور he could go any where he wanted۔ اسی لیے ان کی شہادت کسی ڈرون حملے میں نہیں ہوئی۔ وہ اپنی نیچرل موت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ اب تو طالبان نے سرکاری طور پر ایک تصویر جاری کر دی ہے۔

روس کے خلاف جدوجہد ہوئی تو کہا گیا کہ اسلحہ سی آئی اے کا تھا، پیسہ سعودی عرب کا تھا اور ٹریننگ آئی ایس آئی نے دی جس کی وجہ سے ہم نے روس کو گرا دیا۔ اس دفعہ امریکہ اکیلا تو نہیں تھا، 51 ممالک تھے۔ سی آئی اے طالبان کے خلاف تھی۔ سعودی عرب بھی ناراض تھا۔ ہیرو آف کارگل نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ بندے پکڑ کے سی آئی اے کے حوالے کرتے تھے اور پانچ ہزار، چھ ہزار ڈالر فی بندہ وصول کرتے تھے۔ اس لیے وہ بھی ساتھ نہیں تھے۔ یہ معجزہ ہوا ہے۔ یہ پوری انسانی تاریخ کے اندر ایک پیراڈائم شفٹ ہے۔ کمیونیکیشن کے اس دور میں جب میں اپنے موبائل کے ذریعے پوری دنیا سے کنیکٹ ہوں، انہوں نے ''مین ٹو مین'' کمیونیکیشن کے ذریعے اس پورے سسٹم کو فلاپ کر دیا۔ دوسرے، انہوں نے ڈرون کو بھی irrelevant بنا دیا۔ انہوں نے دنیا کی latest equipment کی حامل فوج کو بدترین شکست سے دوچار کیا ہے۔ یہ امریکہ کی شرم ناک تزویراتی پسپائی ہے۔ جب اتنی بڑی تزویراتی پسپائی ہوتی ہے تو اس کا امپیکٹ ملک کی سوسائٹی اور جغرافیائی integration پر آیا کرتا ہے۔ روسی معاشرہ ٹوٹا، کمیونزم ختم ہو گیا اور وہاں پر کیپٹلزم نے اپنے پنجے گاڑ دیے۔ سوویت یونین ختم ہو گیا اور اس کے اندر سے 10 ریاستوں نے جنم لیا۔ امریکہ کے کسی نہ کسی کونے کے اندر ہر چوتھے دن پندرہ بیس لوگ پھڑکا دیے جاتے ہیں۔ کوئی سٹوڈنٹ اُٹھتا ہے، کوئی ٹیچر اُٹھتا ہے، کوئی بیوی سے ناراض شوہر اُٹھتا ہے، گن خریدتا ہے اور پھر اتنے بندے پھڑکا دیتا ہے۔ ابھی تو خبریں فلٹر ہو کر ہمارے پاس آتی ہیں۔ امریکی سوسائٹی کے اندر بھی backlash آنا شروع ہو گیا ہے، کیونکہ یہ پسپائی بہت بڑی ہے۔ اس وقت

> **یہ طالبان کی سیاسی اور عسکری حکمت عملی تھی جس کے تحت ملا عمر کی اصل تصویر میڈیا تک پہنچنے نہیں دی گئی۔**

25000 سے زیادہ افراد جو جنگ کی وجہ سے ڈس ایبل ہیں، جو cripple ہو چکے ہیں، جن کے اعضاء کٹ گئے ہیں وہ امریکہ کے پلوں اور ریلوے سٹیشنز کے اوپر راتیں گزارتے ہیں۔ ان کی ساری سیونگز 2008ء کے بینکنگ

کرائسز میں اُڑ گئی ہیں۔ امریکی معاشرے کے اُوپر افغان جنگ کا امپیکٹ آیا ہی آیا۔

سوال: اسلامی معاشرے کے اوپر اس کا امپیکٹ آچکا ہے، یعنی پوری دنیا میں انہوں نے اپنے میڈیا کے ذریعے

> **ملا عمر نے افغانستان میں جو امن وامان قائم کیا، وہ ایک معجزے کی حیثیت رکھتا ہے۔**

مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کر دیا۔

رضوان الرحمن رضی: اس میڈیا کے تمام تر پروپیگنڈے کے باوجود امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا ترجمان آج افغانستان کا سب سے بڑا defender بن گیا ہے۔ پہلے انہوں نے مجاہدین کو دہشت گرد کہا اور اپنے الفاظ کھائے۔ اب اپنے اُگلے ہوئے الفاظ دوبارہ نگل رہے ہیں۔ یہ وقتی شکست نہیں ہے۔ تاریخ میں قومیں ایسی شکستوں سے دوچار ہوتی رہی ہیں۔ جنگ بدر نے آئندہ کی fate طے کر دی تھی، کیونکہ مشرکین کا کوئی قبیلہ باقی نہیں بچا تھا جس نے اپنے نمائندہ افراد جنگ بدر کے اندر نہ بھیجے ہوں، لیکن جب 313 کے ہاتھوں 1050 کو شکست ہوگئی تو پیرامیٹر طے ہوگیا۔ افغانستان میں 51 ممالک کو جو شکست ہوئی ہے، اس سے بھی پیرامیٹر طے ہوگیا۔ اس کے امپیکٹ آپ کو اور مجھے اپنی زندگی ہی میں نظر آئیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بے سروسامانی کا عالم تھا۔ کوئی ریسورسز نہیں تھے، لہٰذا افغان طالبان کو بہت ساری چیزوں پر کمپرومائز کرنا پڑتا۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ پچھلی دفعہ مجاہدین کی آپس میں infighting ہوگئی تھی تو ایسا اس لیے ہوا کیونکہ اُس وقت ہر ملک نے وہاں پر اپنا انفلوئنس create کیا ہوا تھا اور اس انفلوئنس کا آپس میں clash ہوا۔

سوال: ملا عمر کی موت کا اعلان افغان حکومت اور طالبان کے درمیان کامیاب مذاکراتی عمل کا آغاز ہونے کے بعد ہی کیوں کیا گیا؟

ایوب بیگ مرزا: اس سے پہلے کہ میں اس کی وجہ بتاؤں، پہلے آپ کو اس پر حیران ہونا چاہیے کہ وہ ٹیکنالوجی جو زمین کے نیچے رینگتی ہوئی چیونٹی کو دیکھ لینے کا دعویٰ کرتی ہے، کس بری طرح ناکام ہوئی ہے۔ سوا دو سال تک انہیں یہ معلوم ہی نہیں ہوسکا کہ وہ شخص جس نے انہیں ذلیل وخوار کر کے رکھ دیا تھا، اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے۔ طالبان نے 51 ممالک کا مقابلہ کیا ہے، جن میں سے اکثر ترقی یافتہ ہیں جبکہ افغانستان ٹیکنالوجی کے حوالے سے شاید پس ماندہ ترین ملک ہے۔ یہ مقابلہ افغان طالبان کر رہے تھے، سٹیٹ نہیں کر رہی تھی۔ میرے نزدیک تو اس صورتِ حال پر سورہ محمد کی آیت 7 کا اطلاق ہوتا ہے: ﴿اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ﴾ ”اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔“ کیسے قدم جمائے اللہ نے ان کے۔ یہاں اللہ کی مدد سے مراد ہے اللہ کے دین کی مدد، اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کرنا۔ طالبان کی کامیابی کی وجہ یہی تھی کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں سے راضی تھا اور اس نے اپنے وعدے کے مطابق ان کی مدد کی۔ اہل پاکستان کو اس معاملے پر غور کرنا چاہیے کہ ہمارے ہمسائے میں دنیا کی سب سے بڑی قوت ذلیل ورسوا ہوئی ہے۔ اگر ہم اللہ کا نام لے کر اور تمام زمینی حقائق سے صرفِ نظر کر کے اللہ کے احکام کے مطابق اس کے دین کو نافذ کرنے کی کوشش کریں تو کون ہے جو ہمارے راستے میں آئے گا! ہم تو ایٹمی یا دوسری ٹیکنالوجی میں اتنا پیچھے بھی نہیں ہیں جتنا افغانستان تھا۔

آپ کے سوال کے حوالے سے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہہ سکتا۔ میری اطلاع کے مطابق، سب سے پہلے ہندوستان ٹائمز نے یہ خبر دی تھی کہ بی بی سی نے اس کو دیا۔ پھر یہ عام ہوگئی۔ پہلے تو یہ شک ہوا کہ مذاکرات سبوتاژ کرنے کے لیے ہندوستان نے ہی ایسا کیا ہے، کیونکہ اسے یہ سب قبول نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض اطلاعات کے مطابق ملا اختر منصور مذاکرات کے حامی تھے اور باقیوں کو بھی مذاکرات کی میز پر لائے ہیں۔ یہ بات حتمی نہیں ہے، تاہم ایسی باتیں سنی گئی ہیں ان کے کچھ کمانڈر راضی نہیں تھے کہ اس وقت مذاکرات کیے جائیں۔ یہ بھی شنید ہے کہ انہی کمانڈروں نے اس خبر کو لیک کیا تاکہ مذاکرات کو روکا جاسکے۔ واللہ اعلم!

سوال: کیا امریکہ اور چین کی آشیرباد سے مری میں جاری مذاکرات جہادِ افغانستان کے ثمرات کو ضائع کرنے کی ایک چال ہے؟

رضوان الرحمن رضی: طالبان نے پاکستان کو base کے طور پر استعمال کرنا چاہا۔ نائن الیون کے بعد ان کے بہت سارے لوگ یہاں آ کے چھپ گئے۔ ہماری حکومت نے ان لوگوں کو نکال نکال کر یا تو قتل کیا یا امریکہ کے حوالے کیا۔ لہٰذا اگر کوئی یہ کہہ رہا ہے کہ پاکستان اس سے کچھ حاصل کرنے جا رہا تھا، وہ بہت ہی سادہ لوح آدمی ہوگا۔ آخری بندہ جو پاکستان کے خلاف نہ جانے کی بات کر رہا ہوتا تھا وہ ملا عمر تھے۔ ان کی شوریٰ کہہ رہی ہوتی تھی کہ enough, enough۔ یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ شیلڈ اب ہٹ گئی ہے۔ ملا عمر آخر وقت میں جا کر ویٹو کرتے تھے کہ نہیں، ہم نے یہ کام نہیں کرنا۔ یعنی پاکستان کی مخالفت میں کوئی کام نہیں کرنا کیونکہ پاکستان ہمارا گھر ہے اور ایک گھر کو بچانے کے لیے دوسرے گھر کو آگ نہیں لگائی جا سکتی۔ یہ ان کا پوائنٹ آف ویو تھا۔

اب آیئے مذاکرات کی طرف۔ تین لوگ اس مذاکراتی ٹیم میں شامل تھے: ملا عبدالرزاق، ملا حسن رحمانی اور ملا محمد رسول۔ ایسا نہیں ہے کہ طالبان اب ان کو disown کرتے ہیں۔ یہ ان کے لیڈر رہے ہیں، لیکن افغان طالبان کے جہاد میں بہت سارے مراحل ایسے آئے جب کچھ لوگوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں یا ان پر قیادت کے اعتماد میں تھوڑی سی کمی ہوئی۔ ان کو ذمہ داری سے سبکدوش کر کے کہیں نہ کہیں ڈمپ کر دیا گیا۔ ایک بات clarification کے ساتھ کہنی چاہیے کہ طیب آغا جو ملا عمر کے معتمد خاص تھے، وہ واحد شخصیت تھے جن کو طالبان کی طرف سے مذاکرات کی ذمہ داری سونپی گئی۔ 2011ء سے انہوں نے attempt کیا۔ 2013ء میں وہاں پر دفتر establish ہو پایا۔ وہ

> **افغانستان میں امریکہ کی شکست محض ایک وقتی عمل نہیں ہے۔ اس کے اثرات خود امریکی معاشرے اور قومی یکجہتی پر مرتب ہونا شروع ہوگئے ہیں**

اس کے انچارج تھے۔ انہوں نے مذاکرات کا پہلا دور قطر میں کیا، پھر دبئی میں ہوا، پھر اوسلو گئے، پھر جرمنی گئے، آخری دور چائنہ میں ہوا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اب ہم اس کو ڈکلیئر کریں۔ ملا منصور اختر مذاکرات کے حامی ہیں لیکن وہ ان میں نہ سعودی عرب کا کردار چاہتے ہیں نہ پاکستان کا۔ وہ چاہتے ہیں کہ چین اور روس اس کے گارنٹر بنیں۔ ان کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ پاکستان اور سعودی عرب کی حکومتیں اور ان کا کوئی بھی ادارہ امریکہ کو No نہیں کہہ سکتا، اور اگر ہم اپنی تاریخ دیکھیں تو وہ اتنا غلط بھی نہیں کہتے۔ انہیں سب سے پہلے آفر ہوئی تھی کہ جدہ میں دفتر کھولیے لیکن انہوں نے refuse کر دیا کیونکہ سعودی عرب میں

دفتر کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ واشنگٹن میں دفتر کھولنا۔

دوسرے، پچھلی دفعہ طالبان کے خلاف سب سے زیادہ مزاحمت جوزجانی قبیلے اور پرائیوٹ ملیشیا نے ہی کی تھی جو امریکہ کے آنے کے بعد اس کے سامنے بچھ گئے۔ وہ ایران سے بھی پیسے لے لیتے ہیں، یعنی شمالی اتحاد۔ اس وقت شمالی اتحاد کے زیرِ انتظام صوبوں پر طالبان قابض ہو چکے ہیں۔ پنج شیر تک طالبان کا قبضہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنی پچھلی غلطیوں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اتنا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ ان کے صاحب زادے یعقوب نے بغاوت کر دی، لیکن ان کا بیان آ گیا ہے۔ ان کے سوتیلے بھائی کے بارے میں کہنے کی کوشش کی گئی، لیکن ان کا بھی بیان آ گیا۔ طیب آغا نے انڈر پروٹسٹ استعفیٰ دیا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ چونکہ مجھے اعتماد میں نہیں لیا گیا، اس کا مطلب ہے کہ میں لیڈرشپ کے اعتماد پر پورا نہیں اُترتا، لہٰذا میں اس عہدے سے step down کرتا ہوں۔ یہ امر پیشِ نظر رہے کہ ان کا باہمی رابطہ کمیونیکیشن کے latest سورسز سے نہیں ہو رہا تھا بلکہ وہ فزیکل کمیونیکیشن کر رہے تھے۔ بندہ منہ زبانی پیغام لے کر جائے گا۔ اس کے پاس چٹ بھی نہیں ہو گی جس کے اُوپر نوٹس لکھے ہوں مبادا کہ وہ پکڑا جائے۔ یہ ان کی سٹریٹیجی تھی۔

ایوب بیگ مرزا: مری میں منعقدہ مذاکرات کو ملا عمر کے ڈپٹی ملا منصور اختر کی پوری حمایت حاصل تھی۔ تاہم یہ حقیقت پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ یہاں انہوں نے اپنی اے ٹیم نہیں بھیجی۔ یہ سیاسی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ یہ لوگ اگرچہ شوریٰ میں تھے لیکن ان کی خاص حیثیت نہیں تھی۔ مذاکرات میں اگرچہ بات زیادہ آگے نہ بڑھ سکی، تاہم اس پر اتفاق ہوا کہ مذاکرات کو جاری رکھا جائے گا۔

ایک اور بات عرض کرنا ضروری ہے کہ اس حوالے سے پرویز مشرف نے جو بدترین رول ادا کیا اس کی شاید تاریخ میں بہت کم مثال ملتی ہے۔ افغانستان کے سفیر ملا ضعیف کو امریکہ کے حوالے کر دینا انتہائی قابلِ مذمت ہے۔ اس حوالے سے ہمارے اداروں نے غلطی کی۔ یہ رویہ درست نہیں تھا کہ وہ دوطرف کام کرتے رہے۔ امریکہ نے بھی واضح طور پر کہا ہے کہ پاکستان کے ادارے ڈبل گیم کرتے رہے۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ پاکستان کے اداروں نے بعض مواقع پر اپنی سٹریٹیجی کے تحت ایسا کیا ہے۔

سوال: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ملا عمر کی عزیمت پر رشک اور ان کی بصیرت پر رونا آتا ہے۔ کیا ملا عمر ایک صاحبِ بصیرت لیڈر نہ تھے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے ان کالم نگار کا نام نہیں بتایا

> **اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ملا عمر ایک صاحب بصیرت لیڈر تھے۔ جناب خورشید ندیم کو کھلے ذہن کے ساتھ تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔**

لیکن میں انھیں بے نقاب کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جملہ خورشید ندیم صاحب نے لکھا ہے۔ مجھے اسی بات پر خورشید ندیم کی بصیرت پر رونا آتا ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی پاکستان میں ہیں۔ اصل میں انہیں غامدیت کا مرض لاحق ہے۔ ملا عمر کی بصیرت کی بات کرتے ہیں۔ جب امریکہ نے افغانستان میں کارپٹ بمباری شروع کی تو ملا عمر نے یہ نہیں کہا کہ وہاں جم کر بیٹھے رہنا ہے اور مقابلہ کرنا ہے۔ یہ ملا عمر کی بصیرت ہی تھی کہ جس کے تحت انہوں نے فیصلہ کیا کہ فوری طور پر سامنے آ کر دوبدو مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ان کی عسکری حکمتِ عملی کا حصہ تھا۔ ان کا علاقہ اس بات کی اجازت دیتا تھا کہ وہ پہاڑوں میں روپوش ہو جائیں۔ چنانچہ کچھ دیر کے لیے انہوں نے خاموشی اختیار کی۔

سوال: خورشید صاحب کا یہ کہنا ہے کہ جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہو گیا تھا لیکن ابھی لکھا نہیں گیا تھا تو ایک شخص نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو واپس کر دیا؟

ایوب بیگ مرزا: معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کی تھی۔ یہ ابوجندلؓ کا معاملہ ہے۔ انھیں تو کسی معاہدے کا علم ہی نہیں تھا۔ وہ تو قید سے بھاگے تھے اور اس جگہ پر پہنچ گئے تھے۔

سوال: خورشید صاحب کے بقول، اگر اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی سیرت کے مطابق ملا عمر اپنی بصیرت کا مظاہرہ کرتے اور اسامہ بن لادن کو اس کے اصل ملک میں واپس بھیج دیا جاتا یا امریکہ کے حوالے کر دیا جاتا تو آج افغانستان وہ نہ ہوتا جو اس وقت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہی اس کالم نگار کی بے بصیرتی ہے، اس لیے کہ وہ حالات سے پوری طرح واقف بھی نہیں۔ انہیں یہ بات معلوم ہی نہیں کہ جب ملا عمر نے ایک ہزار شوریٰ کا اجلاس بلایا تھا، جس میں علماء تھے اور پاکستان سے بھی کچھ لوگ گئے تھے، اس اجلاس میں یہ طے ہوا تھا کہ آپ اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے تو نہ کریں لیکن افغانستان سے نکال دیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، ٹیلی وژن پر بریکنگ نیوز آئی جس میں وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے یہ کہا کہ اگر اسامہ بن لادن کو افغانستان سے نکال بھی دیا گیا تو امریکی فوجیں لازماً افغانستان میں داخل ہوں گی، اس لیے کہ ہمیں صرف اسامہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پورے القاعدہ نیٹ ورک کو توڑنا ہمارا مقصد ہے۔ امریکہ ہر صورت میں افغانستان آنا چاہتا تھا۔ یہ ایک طرح سے ''لیمب اینڈ دی وولف'' والی کہانی کا معاملہ تھا۔ اگر ملا عمر اسامہ کو حوالے کر بھی دیتے تو امریکہ کوئی اور بہانہ ڈھونڈ لیتا۔ انہوں نے ایک اسلامی ریاست کو گرانا تھا۔ انہوں نے وسطی ایشیا کے امیر ممالک کو لوٹنا تھا۔ انہوں نے چین کا محاصرہ کرنا تھا۔ یہ سب کچھ امریکی پلاننگ میں شامل تھا۔ لہٰذا یہ خورشید صاحب کی بے بصیرتی ہے اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ملا عمر اسامہ کو حوالے کر دیتے تو امریکی فوجیں نہ آتیں۔ یہ بڑی حماقت آمیز بات ہے۔ خورشید ندیم صاحب کو چاہیے کہ وہ تاریخ کا تھوڑا سا مطالعہ کر لیں اور صورتِ حال کا بصیرت کے ساتھ جائزہ لیں۔

سوال: امریکہ اس سارے معاملے کا سٹیک ہولڈر ہونے کے باوجود مذاکرات کا فریق کیوں نہیں ہے؟

رضوان الرحمن رضی: اگر وہ مذاکرات کا فریق بنتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ شکست کو براہِ راست تسلیم کر رہا ہے، جو کہ ایک سپریم پاور کے لیے مشکل ہو گا۔ اس نے دنیا میں اور بھی جگہ منہ دکھانا ہے۔ البتہ وہ آبزرور کے طور پر مذاکرات کا حصہ ہے۔

امریکہ نے افغانستان آنا ہی آنا تھا، اس لیے نہیں کہ پہاڑوں پر گولیاں برسائے۔ سیلولر فون کی بیٹری جس دھات سے بنتی ہے، اس کے 90 فیصد ذخائر افغانستان میں ہیں۔ مستقبل میں ہر چیز بیٹریوں پر منتقل ہو جائے گی۔ یو پی ایس ہر گھر کے اندر پہنچ گیا ہے۔ مستقبل کی ٹیکنالوجیکل ڈویلپمنٹ کے حوالے سے وہاں پر لیتھیم (Lithium) کے ذخائر ہیں۔ انڈیا نے وہاں اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی، جس میں سے 4 بلین ڈالر تو افغان گورنمنٹ کو ادا کیے۔ لہٰذا امریکہ ریسورسز کے لیے آیا تھا لیکن اسے بھاگنا پڑ گیا۔

> **اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔**

مردِ درویش، مردِ قلندر

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

جولوگ تاریخ کوحرفِ آخر سمجھتے ہیں اور اس کی بنیاد پر شخصیات کا تعین اور خصوصاً عقیدے کی بنیاد رکھتے ہیں ان کے لیے کیا صرف ایک یہی گواہی کافی نہیں کہ اس ملک میں سنی سنائی کہانیوں پر مبنی کتنے افسانے ملا محمد عمر کی زندگی اور طالبان کے دورِ حکومت کے بارے میں عام مل جاتے ہیں۔ یہ بنی امیہ، بنی عباس اور بنی فاطمی ملوکیت کا دور نہیں کہ ظلم اور جبر کے تحت تاریخ لکھوائی جاتی ہو۔ یہ جمہوریت، آزادیِ اظہار اور قلم کی حرمت و تقدس کا دور ہے لیکن اس دور میں بھی آپ کو ملا محمد عمر کے بارے میں گفتگو کرنے، لکھنے والے اور تبصرے کرنے والے اکثریت میں ایسے ملیں گے جن کی ان سے زندگی بھر کبھی ملاقات تک نہیں ہوئی۔ طالبان کے افغانستان میں چھ سالہ سنہری دور پر لکھنے والوں کی بھی اکثریت ایسی ہے جنہوں نے کبھی بھی تورخم یا اسپین بلدک کے دوسری جانب قدم نہیں رکھا، جنھیں افغانستان میں بولنے والی ایک زبان بھی نہیں آتی، جن کے تجزیات عالمی اخبارات کے تراشوں، تعصب کی ملاوٹ سے بھرپور تحریروں اور من گھڑت خفیہ رپورٹوں پر مبنی ہوتے ہیں۔

آج پاکستان میں اگر کوئی مورخ ملا محمد عمر اور افغانستان میں طالبان کے دورِ حکومت کے بارے میں کتاب لکھنا چاہے تو اسے جو عمومی تصور یہاں ملے گا وہ نوے فیصد سے زیادہ بے بنیاد اور گروہی و فرقہ وارانہ تعصب کی عینک لیے ہوئے ہوگا۔ یہ صرف پندرہ سال پہلے کی تاریخ ہے، اس دور کے لوگ ابھی زندہ ہیں لیکن سچ اس قدر دھندلا دیا گیا ہے کہ کسی کو بولنے کا یارا نہیں۔ تاریخ کی سچائی کا اندازہ اس طرح کی ہزاروں موجودہ دور کی مثالوں سے دیا جاسکتا ہے۔ ضیاء الحق کے دور میں تحریروں پر اعلیٰ ترین سول ایوارڈ لینے والے آج ان کے سب سے بڑے ناقد ہیں۔ پاکستان کے گزشتہ تیس سالوں کی آمریتوں کے اپنے اپنے مورخ اور مداحین ہیں اور وہ اعلیٰ پایہ کے نثر نگار بھی ہیں، اپنے زمانے کے طبری، واقدی اور بلاذری۔ ان تین مورخوں نے افسانے تو تین سو سال بعد تحریر کیے، لیکن ان دانشوروں نے تو اپنی زندگی میں ہی افسانوں کو حقیقت بنا دیا۔

ملا محمد عمر۔ قندھار کے ایک کچے گھر کے چھوٹے سے کمرے سے چھ سال تک افغانستان کو ایک پُرامن اور خوشحال ملک میں بدلنے اور پندرہ سال دنیا کی چالیس کے قریب عالمی طاقتوں سے تن تنہا لڑنے والا مردِ مجاہد۔ کیا آج ایسا تصور اس کے بارے میں پاکستان میں پایا جاتا ہے؟ کیا ہمارا میڈیا اور اس پر جلوہ گر ہونے والے تجزیہ نگار اور مورخین سچ بولتے ہیں؟ تعصب اور نفرت نے جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری کررکھا ہے۔ لیکن کوئی تو سچ بولے، کوئی تو یہ بتائے کہ 1995ء سے 2000ء تک اس کا اگر چمن، پشین، لورالائی، ژوب، پشاور، مردان، سوات یا پاکستان کے کسی بارڈر کے قریبی شہر جانے کا اتفاق ہوا تھا، اس نے سرحد کے اس پار سے ملا محمد عمر اور طالبان کے حکومتی انصاف کی خوشبو ضرور محسوس کی ہوگی۔ اس نے عام آدمی کی زبان پر یہ دعا ضرور دیکھی ہوگی کہ ہمارے ہاں کوئی ایسا حکمران کیوں نہیں آجاتا۔ ایسی خواہش لوگوں کے دلوں میں دو دفعہ جاگی۔ ایک جب ایران میں آیت اللہ خمینی نے اقتدار سنبھالا اور دوسری دفعہ ملا محمد عمر کے زمانہ حکومت کے دوران۔ سرحدی شہروں کے کتنے لوگ تھے جو اپنے مقدمات فیصلوں کے لیے طالبان کے پاس لے جاتے تھے۔

1997ء میں جان محمد دشتی ڈپٹی کمشنر کوئٹہ تھا۔ میں چاغی سے اسے ملنے گیا۔ اس کے دفتر میں چند پشتون بیٹھے تھے۔ دشتی بلوچ آدمی تھا، اس کی پشتو کمزور تھی، مجھے ترجمے کے لیے بٹھا لیا۔ کہانی یہ تھی کہ چار لوگوں نے ان افراد کے کئی کروڑ افغانی اور ایک موٹر سائیکل فراڈ سے ہتھیا لیے تھے۔ چاروں پکڑے گئے۔ دو کو ایس ایچ او نے مقدمے سے فارغ کردیا اور دو کو سیشن جج نے بری کردیا۔ دو لوگ بھاگ کر قندھار چلے گئے۔ وہ اپنا مقدمہ لے کر قندھار گئے، گواہ پیش ہوئے۔ آدھے پیسے اور موٹر سائیکل طالبان نے واپس کروادیے، باقی آدھے ان دونوں کے پاس تھے جو پاکستان میں تھے۔ وہ لوگ ڈپٹی کمشنر سے درخواست کر رہے تھے کہ ان دونوں کو ہمارے حوالے کریں، ہم قندھار لے جاکر طالبان سے انصاف کروائیں گے۔

روس افغانستان سے رخصت ہوا تو تباہ حال افغانستان بدامنی، لوٹ مار اور قتل و غارت کا گڑھ بن گیا۔ افغان مجاہدین کے گروہ آپس میں اس طرح دست و گریبان ہوئے کہ چاروں جانب اسلحہ و بارود کی بو پھیل گئی۔ چمن سے قندھار تک صرف ستر میل کا فاصلہ ہے لیکن اس تھوڑے سے فاصلے میں جگہ جگہ مختلف افغان مجاہدین گروہوں نے اپنی چیک پوسٹیں لگا رکھی تھیں جو ہر گزرنے والی گاڑی سے جبری ٹیکس وصول کرتی تھیں۔ امن و امان کا یہ عالم کہ نہ کسی کی جان محفوظ اور نہ مال۔ کابل شہر کے دونوں اطراف توپیں نصب تھیں اور شہر کھنڈر بن چکا تھا۔ نجیب اللہ ایک بے طاقت اور مجبور محض حکمران کی صورت موجود تھا۔ ملا محمد عمر سے میری ملاقات اسی دورِ آشوب میں ہوئی جب روس ابھی رخصت ہوا تھا۔ ایک درد دل رکھنے والا مسلمان جو مسلمانوں کی اس باہمی لڑائی پر ہر وقت کڑھتا رہتا۔ اس کے لیے یہ تمام لوگ اجنبی نہ تھے، اس نے ان کے شانہ بشانہ جہاد میں حصہ لیا تھا لیکن طاقت اور غلبے کی ہوس نے انھیں کیا بنا دیا تھا۔ چمن شہر سے قندھار تک وہ ہر ذی روح کے دکھ سے واقف تھا۔ یہ لوگ تو واقعی قریہ ظالم کے شہری تھے کہ جو سورہ نساء کی آیت کے مطابق پکار پکار کر کہتے تھے کہ اللہ ہمارے لیے کوئی مددگار بھیج دے۔

تجزیہ نگار جو چاہے کہہ لیں، طاقت کے پجاری بے شک اسے ایک جھوٹی، لغو اور بے بنیاد کہانی کے ذریعے امریکا اور آئی ایس آئی کی تخلیق کہہ لیں لیکن بلوچستان کے اس خطے کے رہنے والے ہزاروں لوگوں کو وہ وقت اب بھی یاد ہے کہ ایک صبح ملا محمد عمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں نے خواب میں سید الانبیاء ﷺ کو دیکھا ہے جو مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اٹھو جہاد شروع کرو اور امن قائم کرو، اللہ تمہیں نصرت دے گا۔ اس کے بعد اس خطے کے میرے جیسے لاکھوں لوگ جانتے ہیں کہ کیسے ملا محمد عمر نے قندھار میں موجود سید الانبیاء ﷺ کے جبہ مبارک کو نکالا اور پھر کس طرح لوگوں نے جوق در جوق اس جبہ مبارک کو سامنے رکھتے ہوئے ملا محمد عمر کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی دی گئی بشارت کا وقت آیا۔ ایک گولی چلائے بغیر قندھار کی تمام فوج نے ملا محمد عمر کے سامنے

ہتھیار ڈال دیے۔ اس کی نصرتوں کا ایک سلسلہ ہے۔

یہ چند ہزار لوگ جس جانب بڑھے فتح و نصرت ان کے قدم چومتی رہی، اتنی کم مزاحمت کہ صرف چند مہینوں میں نوے فیصد افغانستان ملا محمد عمر کے زیرنگیں تھا۔ میں اس وقت ایک ایسے ضلع کا ڈپٹی کمشنر تھا جس کا کئی سو میل بارڈر افغانستان سے ملتا تھا۔ تمام صوبائی انتظامیہ سے لے کر بڑی سے بڑی خفیہ ایجنسیوں کے فرشتوں تک کو بھی خبر نہ تھی کہ سب کیسے ہو رہا ہے۔ ایک ایسا افغانستان وجود میں آ چکا تھا جہاں گزشتہ سو سال کی تاریخ میں سب سے زیادہ امن تھا۔ اس دوران ہونے والے انتظامیہ کے بڑے بڑے اجلاسوں میں شرکت کے دوران یہ احساس ہوتا تھا کہ ہر کوئی حیران ہے۔ ان سب کے نزدیک طالبان کا از خود ایک قوت کے طور پر ابھرنا حیرت انگیز تو تھا ہی لیکن اصل حیرت انھیں اس بات پر ہوتی تھی کہ ان کے مقابل میں قوتیں خود بخود پسپا ہو رہی ہیں۔

یہ تو افغانوں کی گزشتہ کئی سو سالہ تاریخ کے خلاف تھا۔ جب طالبان افغانستان میں قوت کے طور پر مستحکم ہو گئے، ملا محمد عمر امیر المومنین کی حیثیت سے مانے جانے لگے تو اس دوران حکومت پاکستان کو بھی خیال آیا کہ اب انھیں تسلیم کر لینا چاہیے۔ ایک ایسی حکومت اس پسماندہ ملک میں قائم ہوئی جو سیاسیات کے کامیاب ترین اصول کی عملی مثال تھی، یعنی کامیاب ریاست وہ ہے جہاں ریاست کا وجود نظر نہ آئے اور لوگ کاروبار زندگی جاری رکھیں۔ ہر بڑے شہر میں دس اور چھوٹے شہر میں سات طالبان سپاہی ہوتے تھے اور اسپین بلدک جیسی منڈی جہاں اربوں کا کاروبار تھا وہاں لوگ دکانیں کھلی چھوڑ کر نماز پڑھنے جاتے تھے۔

یہ ایک پُرامن افغانستان تھا۔ ایسا افغانستان جس کا تصور تک بھی ایک پشتون سربراہ مملکت کی حیثیت سے کسی نے کیا نہ ہوگا۔ صدیوں کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی پشتون کو اقتدار میسر آیا اس نے اپنے بھائی سے پرانے بدلے چکانے کی ریت ڈالی۔ تربور پشتو زبان میں ایک ایسے رشتے کے بھائی کو کہتے ہیں جس سے اندر ہی اندر عداوت چل رہی ہوتی ہے۔ اس عداوت کو تربور گردی کہا جاتا ہے۔ لیکن ملا محمد عمر کی ذات تو اس سے بالاتر تھی۔

گزشتہ ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں یہ امن و آشتی اور عدل و انصاف کا ایسا دور تھا جس کی خوشبو اردگرد کے علاقوں میں جا نکلی تھی۔ افغان معاشرہ میں اسلحہ مرد کا زیور سمجھا جاتا ہے۔ ہر کوئی ہتھیار کندھے پر لٹکا کر چلنے کو مردانگی خیال کرتا ہے۔ گزشتہ سولہ سالہ افغان جنگ نے افغانوں کو اس قدر اسلحہ دیا تھا کہ شہر کے شہر اسلحہ کے گودام بن گئے تھے۔

ریاست کی کامیابی کا دوسرا اہم اصول یہ ہے کہ لوگوں کو یہ اطمینان ہو جائے کہ اب ان کی حفاظت کرنے کو ریاست موجود ہے تو وہ بے فکری کی نیند سونے لگتے ہیں۔ ملا محمد عمر نے اعلان کیا کہ امارات اسلامی اللہ کی دی گئی ذمے داری کے تحت آپ لوگوں کی جان و مال کی ذمے دار ہے، آپ لوگ اپنا اسلحہ جمع کروا دیں۔ کوئی تصور کر سکتا ہے کہ صرف بیس دن کے اندر تمام لوگوں نے اپنا اسلحہ اپنے علاقے کے طالبان کے نامزد کردہ گورنروں اور اولس والوں (ضلعی سربراہوں) کو جمع کروا دیا۔ پاکستان میں معین الدین حیدر صاحب نے فوج اور دیگر ایجنسیوں کے ذریعے یہ کرنے کی کوشش کی تھی، نتیجہ ہر کسی کو معلوم ہے۔ دنیا میں درجنوں ایسے ممالک ہیں جہاں منشیات کی کاشت اور کاروبار ہوتا ہے لیکن افغانستان ان میں سب سے زیادہ افیون کاشت کرنے والا ملک تھا۔ افیون جس سے ہیروئن تیار ہوتی ہے اور یہ ہیروئن افغانستان کی سرحد پر قائم فیکٹریوں میں تیار ہوتی۔ دنیا کے ہر ملک نے جہاں منشیات کی کاشت اور دھندا ہوتا تھا، انھوں نے جنگی جہازوں، ہیلی کاپٹروں اور ٹینکوں کے ذریعے اس دھندے اور کاشت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ کولمبیا سے تھائی لینڈ تک، سب جگہ آرمی ایکشن ہوا، نتیجہ دس سے پندرہ فیصد کمی۔ لیکن افغانستان جہاں سے نوے فیصد افیون عالمی مارکیٹ میں جاتی تھی، ملا عمر کا ایک حکم نامہ نکلنے کی دیر تھی، کھیتوں میں کھڑی کروڑوں کی فصل کو لوگوں نے خود ہی آگ لگا دی اور وہاں پوست کی کاشت صفر ہو گئی۔

1997ء میں میرے پاس چاغی کے ڈپٹی کمشنر کی ذمے داری تھی۔ افغانستان کے علاقے شوراوک سے ایک نالہ آتا ہے جو نوشکی کے اردگرد مینگل، بادینی اور جمالدینی قبائل کی زمینوں کو سیراب کرتا۔ ایک دن ان تینوں قبیلوں کے سردار آئے کہ افغانستان کے علاقے میں اکبر بڑیچ نامی شخص نے بند باندھ کر پانی روک لیا ہے۔

میں نے سرحد پار ہلمند کے گورنر سے رابطہ کیا جو لشکر گاہ میں بیٹھتا تھا۔ اس نے کہا: میں ابھی آپ کے دفتر آ رہا ہوں، اس لیے کہ میں یہیں قریب ہی سرحد پار موجود ہوں۔ وہ ایک موٹر سائیکل پر پیچھے بیٹھے ہوئے تشریف لائے۔ ایک سادہ سا مولوی جسے آج لوگ طالبان رہنما کے طور پر جانتے ہیں۔ کہنے لگا: موقع پر چلتے ہیں، آپ اپنے دو مولوی لے آئیں، میں اپنے دو مولوی لے آتا ہوں۔ انگریزی نظام میں پلے بڑھے قبائلی ایک دم تمسخرانہ انداز میں بولے: مولوی کا کیا کام۔ اس نے کہا: ہماری جانب مولوی کا ہی کام ہے۔ خیر ہم نے مولوی بھی لیے اور ساتھ تحصیلدار، گرداور، پٹواری اور ریکارڈ بھی اٹھا لیا۔

موقع پر پہنچے، بلڈوزر سے ایک بہت بڑا بند بنا ہوا تھا اور سارا پانی روک کر اپنے کھیتوں کی جانب اس کا رخ موڑ دیا گیا تھا۔ طالبان کے گورنر نے چاروں مولویوں سے پوچھا: بہتے ہوئے پانی کے بارے میں فقہ کا کیا حکم ہے؟ چاروں نے بیک زبان کہا: اپنی ضرورت کا لے سکتے ہیں لیکن نیچے والوں کا پانی نہیں روک سکتے۔ طالبان کے اس گورنر نے جس کے ساتھ نہ تو کوئی سپاہی تھا اور نہ ہی مسلح دستے، بس اتنا کہا: یہ بند تم توڑو گے یا ہم؟ اور پھر صبح ہونے تک وہ ہفتوں میں بنا ہوا بند ٹوٹ چکا تھا۔

یہی زمانہ تھا جب 1947ء کے بعد پہلی دفعہ سروے آف پاکستان کی ٹیم نے ڈیورنڈ لائن یعنی پاک افغان سرحد پر برجیاں نصب کیں اور زمینی سروے مکمل کیا ورنہ ظاہر شاہ کے دور سے مجاہدین کے انتشار تک کسی حکومت کے دوران اس سرحد پر جانے کی کسی میں ہمت نہ تھی۔ وہ افغانستان جو کبھی پاکستان سے چوری کی گئی گاڑیوں اور تاوان کے لیے لے جائے جانے والے مغویوں کا مسکن تھا۔ طالبان کے شروع کے زمانے میں وہ مغوی اور گاڑیاں پکڑ کر واپس کی جاتیں اور اس کی گواہی بارڈر کا ہر ڈپٹی کمشنر دے گا اور ایک سال بعد تو کسی کی جرات نہ رہی کہ چوری یا اغوا کر کے ادھر کا رخ کرے۔

پاکستان کے کسی مخالف قوم پرست کو افغانستان میں پر مارنے کی بھی اجازت نہ تھی۔ وہ جو انگریز کے زمانے سے بھاگ بھاگ کر وہاں پناہ لیتے تھے، بھیگی بلی بنے پاکستان میں پڑے ہوئے تھے۔ یہاں کی خفیہ ایجنسیوں نے ایک رپورٹ دے کر ایک وفد کو ملا عمر کے پاس بھیجا کہ آپ کے ہاں راس کوہ میں لشکر جھنگوی کا کیمپ ہے جہاں وہ قتل کر کے پناہ لیتے ہیں۔ وہ جرنیل صاحب شکایت جمع کروا کر واپس آ گئے، لیکن اس کے بعد چاغی کے پاس جا کر جب طالبان نے معلومات کیں تو یہ کیمپ راس کوہ میں دالبندین سے آگے پاکستان کے بارڈر پر تھا اور اس کی سرپرستی کرنے والوں کا نام لیتے ہوئے بھی پر جلتے ہیں۔

وہ افغانستان جو ہر جہادی تنظیم کے لیے ایک کھلا میدان تھا، جو کوئی جس ملک سے اٹھتا بغیر سوچے سمجھے وہاں آ کر آباد ہو جاتا۔ ملا محمد عمر نے کہا کہ پہلے اسلام کے اصولوں کے مطابق بیعت کرو، ریاست کا حصہ بنو اور پھر ہمارے ساتھ مل کر جو چاہے کرو۔ اسامہ بن لادن اور

القاعدہ نے بیعت کی۔ بیعت ان کے نزدیک شہریت کا نام تھا۔ اس بیعت کی اسقدر لاج اور شرم رکھی گئی کہ اس شخص یعنی اُسامہ بن لادن کے لیے وہ دنیا کی 48 طاقتوں سے ٹکرا گئے۔

کیا زمانہ تھا۔ پاکستان کا سہا سہا وفد، امریکیوں کے ہمراہ اس مٹی کے گھر میں سادہ سی چٹائی پر بیٹھا تھا اور سمجھا رہا تھا کہ تم اُسامہ بن لادن کو حوالے کر دو ورنہ تمہاری اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ ملا محمد عمر نے کہا: اس کے خلاف ثبوت فراہم کرو۔ امریکی تمام ثبوت لے کر آ گئے۔ سوال صرف ایک تھا: کیا ان ثبوتوں کی بنیاد پر امریکا کی عدالت اُسامہ کو سزا سنا سکتی ہے؟ امریکی بولے: ناممکن۔ ملا محمد عمر بولے: پھر ہم سے یہ توقع کیوں۔ اب ڈرانے کی باری تھی۔ کہا مان جاؤ، ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔ انھوں نے کہا: تباہ ہونے سے نہ ڈراؤ، ہم مٹی کے گھر میں رہتے ہیں، مٹی پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں، اور ایک دن ہم نے مٹی میں چلے جانا ہے۔ صرف یہ بتاؤ ہماری وجہ سے پاکستان کو تو کوئی مسئلہ نہ ہوگا کیونکہ تم ہمارے بھائی ہو۔ پاکستانی وفد نے کہا ہمیں کوئی مسئلہ نہ ہوگا۔ بات ختم ہوگئی۔ اور پھر وہ جنہوں نے غیرت وحمیت کا درس تاریخ کو دینا تھا اور حق کی گواہی پر کھڑے ہونا تھا وہ ڈٹ گئے اور آج بھی ڈٹے ہوئے ہیں۔ ہم نے تو سید الانبیاء کے اس ارشاد کی بھی لاج نہ رکھی کہ وہ مسلمان نہیں جس کی ایذا سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔ پڑوسی کے لیے مسلمان ہونا بھی شرط نہیں۔ لیکن ہماری سرزمین سے 57 ہزار دفعہ امریکی جہاز اڑے اور انھوں نے ان سرفروشوں کو اپنے اللہ کے حضور سرخرو کرنے کے لیے شہادت سے سرفراز کیا۔ مورخ آج بھی تاریخ لکھ رہا ہے اور ویسی ہی لکھ رہا ہے جیسی اس کا تعصب اسے مجبور کرتا ہے۔

ملا محمد عمر کے خلاف تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو شروع شروع میں ان کے داڑھی اور حجاب کے حکم کے خلاف تھے۔ افغانستان کے ننانوے فیصد لوگ داڑھی اور حجاب والے تھے اور ایک فیصد ملا عمر کو ظالم کہنے والے۔ دوسرے وہ جن کا رزق منشیات کے دھندے سے وابستہ تھا اور تیسرے مسلک کے تعصب میں اندھے کہ جنھیں کسی دوسرے مسلک کا سچ بھی جھوٹ لگتا ہے۔ لیکن قدرت کا عجیب انتقام ہے کہ وہ سب لوگ جو کل تک طالبان اور ملا محمد عمر کے خلاف بولتے نہیں تھکتے تھے اب ان کے تبصرے اور تحریریں بتاتی ہیں کہ امن کی کنجی تو طالبان کے پاس ہے۔ ہر کسی کو علم ہے کہ خوف داعش کا ہے اور ڈر کس نوعیت کا ہے۔

لیکن طالبان کے افغان دور کے پانچ سالوں کی خوشبو کی ایک مہک ہے جو اس زمانے میں پاکستان کے سرحدی اضلاع کے ہر فرد نے محسوس کی تھی۔ یہ خوشبو کیوں نہ پھیلتی، جس تحریک کا آغاز ملا محمد عمر نے رسول اکرم ﷺ کے جبہ مبارک پر بیعت لے کر کیا تھا، اس خوشبو نے تو پھیلنا ہی تھا۔

بقیہ: جاگو اور جگاؤ

ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ مثلاً شادی بیاہ کے مواقع پر اصلاح رسوم کی تحریک کو شروع ہوئے کئی عشرے گزر چکے۔ ایسے مواقع پر خطبہ نکاح کی بجا طور پر تشریح کی جاتی ہے، لیکن کیا ہمارے ذمہ داران اپنے رفقاء اور ان کے والدین کی توجہ اس طرف دلاتے ہیں کہ وہ اس تحریک کی کامیابی میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ کبھی اس بات کی انہیں ترغیب دی جاتی ہے کہ رفقاء خود اپنی شادی کے لیے اور والدین اپنی اولاد کی شادیوں کے لیے تنظیم سے وابستہ لوگوں کو ترجیح دیا کریں۔ رفقاء کی ذہن سازی کے لیے کیا ہم نے اس مسئلے کو کبھی اپنے تربیتی پروگراموں کا حصہ بنایا ہے؟...... وما توفیقی الا باللہ!

☆☆☆

اظہار تعزیت

ہفت روزہ ندائے خلافت کے کمپوزر اور ڈیزائنر عقیل عباس کا نوزائیدہ بچہ وفات پا گیا۔

اللہ تعالیٰ پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور ان کو والدین کے لیے توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم و حکم قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی **حکمت قرآن** (لاہور)

تازہ شمارہ
جولائی تا ستمبر 2015ء

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ ۔ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

مشمولات

- اسلامی علمیت بمقابلہ سائنسی جدیدیت — ڈاکٹر ابصار احمد
- ملاكُ التأویل (۲) — ڈاکٹر صہیب بن عبد الغفار حسن
- سورۃ الاخلاص کی فضیلت — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
- قرآن کریم اور فطرتِ انسانی — نذیر احمد علائی
- علامہ شبلی کی سیرت نگاری — امتیاز عبد القادر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 50 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 200 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

تنظیم اسلامی مروٹ کے زیراہتمام ریلی اور ماہانہ اجتماع

14 جون 2015ء کو تنظیم اسلامی مروٹ کے زیراہتمام برما کے مظلوم مسلمانوں کے حق میں مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرے کا آغاز صبح ساڑھے نو بجے مسجد جامع القرآن سے کیا گیا۔ مقامی امیر حاجی محمد ریاض نے ریلی کے شرکاء کے ساتھ گورنمنٹ ہائی سکول سے 315 چک والے سولنگ تک مارچ کیا۔ بعدازاں شرکاء غلہ منڈی گیٹ کے سامنے چاروں اطراف میں تقریباً 30 منٹ تک ٹی کارڈز اور بینر آویزاں کر کے کھڑے رہے۔ اس موقع پر میڈیا کے نمائندوں نے کوریج کی۔ اس کے بعد مقامی امیر نے برما کے مظلوم مسلمانوں کی حالت زار پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ جب تک مسلمان آپس کے اختلافات بھلا کر متحد نہیں ہو جاتے اس وقت تک وہ دنیا میں اسی طرح ظلم کی چکی میں پستے رہیں گے۔ اس مظاہرے میں 27 رفقاء اور تقریباً 135 احباب نے شرکت کی۔ 10:45 پر دعا کے بعد اس مظاہرے کا اختتام ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔

مروٹ تنظیم کے زیراہتمام ماہانہ اجتماع کا آغاز تلاوت قرآن اور تمہیدی کلمات سے ہوا، جس کی سعادت مقامی امیر حاجی محمد ریاض نے حاصل کی۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز درس قرآن سے ہوا، جس کی ذمہ داری معتمد محمد اقبال نے ادا کی۔ ان کا موضوع ''مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق'' تھا۔ اس کے بعد لیاقت علی نے ''فرائض والدین'' کے عنوان سے درس حدیث دیا۔ سیرت صحابہؓ سے حضرت بلالؓ کی سیرت بیان کی گئی جس کی ذمہ داری محمد فرحان ریاض نے نبھائی۔ ''دین اور مذہب میں فرق'' کے عنوان سے مذاکرہ ہوا، جس کی ذمہ داری پروفیسر عمران فقیر نے پروجیکٹر کے ذریعے سوال وجواب کے انداز میں نبھائی۔ وقفہ نماز عشاء کے بعد رفقاء کے لیے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ حاجی محمد ریاض نے جماعت میں بیعت کی اہمیت کے موضوع پر گفتگو فرمائی۔ اس پروگرام میں 15 رفقاء اور 5 احباب نے شرکت کی۔ دعا پر یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی وناصر ہو۔ (مرتب: محمد اقبال)

حلقہ پنجاب شرقی کے زیراہتمام افطاری پروگرام

حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم بہاول نگر کے زیرانتظام 5 جون 2015ء بمطابق 17 رمضان المبارک 1436 ہجری کو مسجد جامع القرآن فاروق آباد میں افطاری پروگرام کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام میں شرکت کے لیے تمام رفقاء اور احباب کو دعوت دی گئی۔ تقریباً 110 افراد کی شرکت کا تخمینہ تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے لوگوں نے بھرپور دلچسپی لی اور 160 سے زائد روزہ داران نے اس افطار ڈنر میں شرکت کی۔ مقامی امیر محترم جناب محمود اسلم نے افطار سے پہلے مختصر خطاب کیا۔ انہوں نے رمضان اور روزہ کے فضائل پر گفتگو کے ساتھ تنظیم اسلامی کے فکر اور طریقہ کار کو بھی واضح کیا اور تنظیم کی دعوت بھی پیش کی۔ آخر میں اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا کی کہ ہمارے روزوں اور عبادات کو قبول فرمائے اور انتظامیہ کی کوششوں کو ان کے لیے توشہ آخرت بنائے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تمام شرکاء کی جانب سے وقت کے ایثار کو اور تمام رفقاء کی مساعی کو اپنی بارگار میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور کمی کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: محمد طیب اکرم)

دعائے مغفرت إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ منفرد اسرہ عارف والا 1 کے مبتدی رفیق ماسٹر محمد سلیم کے بھائی اور ڈاکٹر محمد محسن کے کزن وفات پا گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحوم کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ پشاور میں مقیم گوجر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے کیمسٹری (اینالیٹکل) اپنی ذاتی ادویات فیکٹری (حیات آباد) کے لیے دینی مزاج کی حامل ڈی فارمیسی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0333-9122768

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم فل انگلش لٹریچر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار، تعلیم یافتہ اور ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور یا قریبی مضافات کی رہائش پذیر فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0322-4378497

☆ لاہور میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو غیر شادی شدہ مرد، عمر 60 سال، انجینئر ریٹائرڈ کے لیے دینی مزاج کی حامل خاتون، عمر 45 سال تک مختصر فیملی سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0332-4651451 0310-4804014

☆ لاہور میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال، تعلیم بی اے، ہومیو پیتھک ڈاکٹر کے لیے دینی مزاج کے حامل ہم پلہ رشتہ کی ضرورت ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0333-4361563 0302-4401131

☆ لاہور میں مقیم آرائیں فیملی کو اپنی کنواری بیٹی، عمر 40 سال، ایم اے اسلامیات، ایل ایل بی، الہدیٰ میں ریسرچ سکالر کے لیے دینی کام میں معاونت والا ہم پلہ رشتہ چاہیے۔ دوسری شادی کے خواہش مند (بغیر بچوں کے) بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

برائے رابطہ: 0321-4462070

☆ اسلام آباد میں رہائش پذیر دو لڑکیاں، عمر بالترتیب 21 سال اور 23 سال، دونوں کی تعلیم ایم اے، صوم وصلوٰۃ کی پابند کے لیے برسرروزگار اور دیندار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0335-5739381

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی، 25 آفیسرز کالونی، بوسن روڈ،
(عقب ملتان لاء کالج) ملتان'' میں

4 تا 6 ستمبر 2015ء (بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

نقباء تربیتی کورس

(نئے ومتوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 061-6520451,0331-7045701

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: (042)36316638-36366638

The ideolog ical g enesis of Pakistan

Nida e Khilafat Team

Why have secular elements of Pakistan, with their long-standing myth of supporting Liberal tradition, come to embrace the illiberal attitude and policies in recent years? It seems as if under 'certain circumstances', Liberalism itself impels secularists to spread their values and thrust them upon unsuspecting audiences, a stalemate with ideologists that they think can only be won employing illiberal tactics.

A plethora of articles appearing in leading English newspapers defending 'The ideology of Pakistan' only adds to the mounting evidence that Secularism and Liberalism have increasingly become 'dogma', contrary to the views championed by the protégés of Toynbee and his likes. In due course, most liberalists make the rather silly argument that there was no 'ideology' behind the creation of Pakistan. Someone wise once said, *'if the greatest trick the Devil ever pulled was convincing the world he didn't exist, the greatest trick liberals ever pulled was convincing themselves that they're not ideological.'*

The Liberal minority in Pakistan argue that Muhammad Ali Jinnah wanted a secular Pakistan, a statement repeated by secularist and Islamophobes from the inception of Pakistan. Ironically whereas the 'Islamists' are able to produce more than a hundred direct quotes of Mr. Jinnah delivered in pre-partitioned India and at least twenty after the creation of Pakistan, all supporting their theory of Pakistan as an 'Islamic Welfare State', the only direct quote of Mr. Jinnah that secularists get hold of is the speech delivered to the first constituent assembly of nascent Pakistan, made on 11 August 1947. Surprisingly, not only is the word 'secular' totally absent from that speech but worse still the latter part of Jinnah's same speech, in which he contextualized his former comments by referring to the damage done to the social fabric in Great Britain due to the Sectarian and Creed-based war between Roman Catholics & Protestants, is mysteriously overlooked. Another holy grail of the secularists in Pakistan is an answer 'allegedly' given to a question by the Quaid in an interview with Doon Campbell of Reuters. This 'quoted answer' has been emphatically used by Justice Munir, first in his Munir Report of 1953 and then his book, From Jinnah to Zia, implying a secular genesis of the country. Thanks to a UK-based researcher Saleena Karim, who searched the original archives of the newspapers in UK, Munir's quote has been proven to be confabulated by the former Chief Justice of Pakistan himself! It is no wonder that the same Justice Munir gave Pakistan the sour gift of 'Doctrine of Necessity' for the first time in the history of our nation. Ironically, many top-notch research scholars have quoted this fabricated quote in their books and research papers.

In our times, it is absolutely vital to dwell on Jinnah's understanding of Islam, and his ideology of a true Islamic Welfare State, based on the principle of 'Shurah' (which is the Islamic form of democratic ideals). However, this was not in any way an attempt by Jinnah to somehow fuse secularism with Islam as most people tend to claim. It needs to be understood that there exists no rule whatsoever from which we can ascertain that democratic and humanistic principles are exclusive to secularism alone. For instance in reading the Quran or the Bible one would realize that both these texts contain a multitude of 'humanist' principles but the texts are by no means secular in nature.

At the same time, Jinnah was completely aware of the fact that it was the gradual disintegration of Islamic values and teachings after the 'Rightly-Guided Caliphate' of about 30 years; a disintegration that continued and evolved over

centuries of Islamic Imperial rule that ultimately led to its downfall. It was essentially because humans merged their own ideas with the Qur'anic principles that the Islamic State first established in Madinah by the Messenger of Allah *(SAW)* maintained. After around three to four centuries of the Prophet's *(SAW)* demise, 'Caliphate' had turned into nepotistic monarchy. But even in this deteriorated governance of Muslim polity, the courts and judges administered justice according to the Shariah.

Jinnah was, hence, perfectly aware of the fact that Islam and theocracy were completely incompatible which is why he famously said, *'I am sure that it (Pakistan's constitution) will be of a democratic type embodying the essentials of Islam. Islam and its idealism have taught us democracy.' Further expressing his aversion to theocracy, Jinnah said, 'In any case Pakistan is not going to be a theocratic State to be ruled by priests…'*

Jinnah understood that a true Islamic State as first established in Madinah was a gradual transition where Islam and its tenets were revealed over a span of 23 years. Therefore, in that state, Muslims were gradually conditioned to understand and accept the true nature of an Islamic Social Welfare State. Unity amongst Muslims, however, was a principle that needed to be pursued at all cost. In a speech made on 17th April 1948 Jinnah openly emphasized on the responsibility of the Muslims to stand united based on the fundamental tenets of Islam, *'Whatever I have done, I did as a servant of Islam and only tried to perform my duty and made every possible contribution within my power to help our Nation. It has been my constant endeavor to try to bring about unity among Musalmans, and I hope that in the great task of reconstruction and building up great and glorious Pakistan, that is ahead of us, you realize that solidarity is now more essential than it ever was for achieving Pakistan, which by the grace of God we have already done. I am sure that I shall have your fullest support in this mission. I want every Musalman to do his utmost and help me and support me in creating complete solidarity among the Musalmans, and I am confident that you will not lag behind any other individual or part of Pakistan. We Musalmans believe in one God, one book – the Holy Quran – and one Prophet. So we must stand united as one Nation.'*

Jinnah understood that an Islamic social welfare state based on the Islamic principles of universal suffrage would be the only viable solution for the country. He also realized the importance of having an economic model that was consistent with Islamic principles. Jinnah's aversion to the western economic system could be understood from the speech he made during the opening ceremony of the State Bank of Pakistan where he famously said, *'I shall watch with keenness the work of your research organization in evolving banking practices compatible with Islamic ideas of social and economic life. The economic system of the West has created almost insoluble problems for humanity and to many of us it appears that only a miracle can save it from disaster that is not facing the world. It has failed to do justice between man and man and to eradicate friction from the international field. On the contrary, it was largely responsible for the two world wars in the last half century. The adoption of Western economic theory and practice will not help us in achieving our goal of creating a happy and contended people. We must work our destiny in our own way and present to the world an economic system based on true Islamic concept of equality of manhood and social justice.'*

We would, therefore, invite the secular and liberal lobbies in Pakistan to shun their monochromic lens and have a more sophisticated worldview, based on hardcore evidence. It would also be advisable for our ruling elite to start giving due attention to achieving the goal of Pakistan's creation; A sovereign and genuine Islamic Welfare State based on Social Justice, in the light of the Qur'an and the Sunnah.